# اسرار سلیمانی

Asrār-i sulaimānī

مترجمہ

اُم علی

مطبوعہ

شمسی پریس آگرہ

سنہ ۱۹۰۸ء
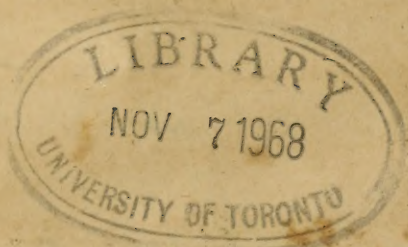
گو اس کتاب کا نام ناظرین کو ایک مغالطہ مین ڈالیگا اور وہ سمجھین گے
کہ کوئی قصہ کہانی ہے مگر دراصل ایک یورپین مصنف کا چشم دید واقعہ ہے جسکو
اوس نے ایک داستان کے پیرایہ مین اس عمدگی سے بیان کیا ہے کہ اپنا
آپ نظیر ہے - اہل یورپ کو بعض مشرقی بلاد مثل عرب یا شام وغیرہ مین سکونت
اختیار کرنے سے جو دشواریان پیش آتی ہین وہ اظہر من الشمس ہین تاہم اس شخص
نے ہر امر کے متعلق جو تحقیق و تدقیق کی ہے وہ قابل تعریف ہے - اُردو زبان مین
علم الارواح پر ایسی دلچسپ کتاب اس سے پہلے میری نظر سے نہین گذری اور
اور میرے لائق بہن اُم علی نے جس خوبی سے اسکو اُردوی معلی کا لباس پہنایا ہے
قابل دید ہے - مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید - چند صفحہ پڑھنے کے بعد

بے اختیار یہ جی چاہتا ہے کہ کل کتاب پڑہ ڈالئے گو اہل یورپ ابھی اچھی طرح
اس علم کے قائل نہین ہوئے ہین اور اسکو اکثر شعبدہ بازی سے تعبیر کرتے ہین
مگر اسمین شک نہین کہ ایشیا مین زمانہ قدیم مین اس علم نے بڑی ترقی کی تھی - اہل
ہنود مین بھی یہ علم اعلی درجہ پر پہونچا اور بڑے بڑے رشی و منی صاحب کمال
پیدا ہوئے - چنانچہ اب بھی پیروان تھیوسفی مین بعض مہاتما کے نام جو کان تک
آجاتے ہین وہ در اصل اسی علم کے زلہ ربا ہین - علم الارواح و علم اشراق گویا
ایک ہین - یونانیون نے بھی اسمین بڑی دستگاہ حاصل کی تھی - اہل اسلام
مین جو بڑے بڑے اولیا اللہ یا صاحب کشف گذرے ہین وہ اس علم پر
قادر تھے - اگر ہر شخص اس علم پر حاوی ہو جاتا تو غالباً لسان الغیب
حافظ شیراز کو یہ شعر کہنے کی ضرورت نہ پڑتی ؎

حدیث از مطرب و می گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

اسلئے کہ فطرت کے بہت سے سربستہ راز جو ہم سے پوشیدہ ہین آشکار ہو جاتے -

اُم الاعظم

حیدرآباد دکن
۵ فروری ۱۹۰۶ء

# دیباچہ
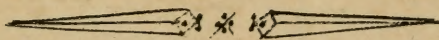
اس کتاب کو مصنف نے صرف اسلئے لکھا ہے کہ علم روحانی کی نسبت اپنے ذاتی تجربہ کو ظاہر کرے اور اوسکی اصلیت کی شہادت دے اور صاف وصریح الفاظ مین اپنے چشم دید واقعات ذکر کر دے۔

قصہ کا پیرایہ اسلئے اختیار کیا گیا ہے کہ مقبول عام ہوا ور پڑہنے مین لوگ دلچسپی لین کیونکہ روحانیات کے اہم و دقیق مسائل ہر شخص سمجہ نہین سکتا اور نہ بے تکلفی کے ساتھ پڑہ سکتا ہے عوام کے منظور نظر اور پسندیدہ خاطر ہونے کے لئے قصہ کا پیرایہ ضرور تہا اسمین اگرچہ مصنف نے قصہ گوئی کے حقوق تصرفات سے فایدہ اوٹہایا ہے اور اصلی نام ہی بدل دئے ہین تاہم اتنا بیان کر دینا ضرور ہے کہ اٹہوین و دسوین باب مین جو نظارہ دیکھایا گیا ہے وہ بہ ذات اوسکا مشاہدہ کر چکا ہے۔

یہ بہی واضح رہے کہ مشرقی شہرون مین مثل شام وغیرہ یا جن مشرقی شہرون کا ذکر انجیل مقدس مین آیا ہے گو سفر کرنا ممکن ہے۔ مگر وہان کے لوگون کا حال دریافت کرنا یا اونکے عادات ورسومات سے

واقف ہونا کوئی آسان بات نہین ایسے مقامات مین ہر یورپین نو وارد
کا دارومدار اکثر اپنے نوکر پر ہوتا ہے جسکو وہ وہان رکھہ لیتا ہے اور
وہ نوکر ہر چیز مین اپنا فائدہ مدنظر رکہتا ہے۔ پس اگر کوئی شخص روحانیات کے
متعلق کچہہ دریافت کرے تو غالباً اوسکا نوکر ایک ایسے شخص کو جیسا کہ
اس قصہ مین شیخ قاسم درویش ہے لا کہڑا کردیگا اور عود وغیرہ کے
دامون مین اپنا بھی حصہ لگائیگا اور دریافت کرنے والے کو صرف
ایک مکار شعبدہ باز کے چند کرتبون کے سوا کچہہ نظر نہ آئیگا۔

اس کتاب کا مصنف چونکہ ایک عرصہ دراز تک شام مین مقیم رہچکا
تھا اور اوسکی دوستی ایک ایسے شخص سے ہوگئی تہی جو علم روحانیات
پر پوری طرح سے دستگاہ رکہتا تہا اور اس کتاب کے عامل شیخ حسن
کی طرح پورا ماہر تھا لہذا یہ قصہ محض قصہ نہین بلکہ ایک چشم دید
واقعہ ہے اور صاحبان کمال و دانش کے لئے رموز و کنایہ سے
بھرا ہوا ہے گو عوام کی نظر مین صرف ایک قصہ کی حیثیت رکہتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پہلا باب

## قطیفہ

کئی سال کا عرصہ ہوا کہ میں قطیفہ مین جو ایک چھوٹی سی بستی تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر دمشق کے جنوب شرق مین واقع ہے مقیم تھا۔ گھربار چھوڑ کر اس چھوٹی سی جگہ مین صرف اس غرض سے اقامت اختیار کی تھی کہ اچھی طرح عربی حاصل کرون اور اہل زبان مین رہکر زبان دان ہوجاؤن۔ وہان ایک کالج تھا جسے اُس نامور سپہ سالار سلطان صلاح الدین نے غزوات صلیبیہ کے بعد قایم کیا تھا اور اسکے اخراجات کے لئے بہت کچھ سرمایہ وقف کردیا تھا۔ اس کالج کا معلم ایک فاضل جید شیخ موسیٰ نامی تھا۔ مجھے دمشق مین کئی ذی اقتدار دوستون نے شیخ موسیٰ کے نام تعرفی خطا دیدئے تھے جنکے دیکھتے ہی

شیخ موسیٰ نے مجھے کالج مین شامل کرلیا - اگرچہ یہ امر ایک ایسے شخص کے لئے
جو مسلمان ہو بہت دشوار تھا - تاہم مجھے شرکت ممکن ہوگئی - اور مین شیخ موسیٰ
کے لکچر سننے کے لئے جانے لگا -

اِس ساری بستی مین ایک مین ہی یوروپین تھا - میری وضع اور لباس
پر انگلیان اُٹھتی تھین - اسلئے مین نے ع خواہی نشوی رسوا ہمرنگ جماعت شو
پر عمل کرکے مسلمانون کا لباس اختیار کرلیا - اور ایک چھوٹا سا مکان بھی اُنہین
کے محلہ مین کرایہ پر لے لیا - اور ایک مسلمان آدمی اور اُسکی مان کو گھر کے
کاروبار اور پکانے پر نوکر رکھ لیا - مان اس شخص کی پردہ مین رہتی تھی - اگرچہ مین
ایک مدت تک اس مکان مین رہا - لیکن کبھی مین نے اسکی شکل نہین دیکھی -
مسلمان اسطرح سے اپنی عورتون کو پردہ مین رکھ سکتے ہین - قطلیف بہت
خوبصورت بستی تھی - اسمین چھ ہزار باشندے تھے - جسمین صرف دو ہزار مسلمان [۲۰۰۰]
تھے - اور باقی سب نصرانی - مگر دونو فرقہ مل جل کر رہتے تھے - اگرچہ اور
بستیوں مین سنہ ۱۸۶۰ء کے شورش وفساد مین نصاریٰ نے انواع و اقسام کی مصیبتین
جھیلین تھین - مگر اس بستی کے نصاریٰ شیخ موسیٰ کی بدولت جو ایک
نہایت خوشخیال دماغ شخص تھا آفت سے بچے رہے -

اس بستی کے مشرق کی جانب ایک بڑا میدان تھا جسمین سال مین کئی مرتبہ بدویون کے پڑاؤ پڑا کرتے تھے اور بستی کے لوگ اِن سے معاملات تجارت کیا کرتے تھے - بدوی شہر کے اندر بھی اکثر آتے تھے - اور انکے سردار کی بڑی عزت کی جاتی تھی - وہ بھی کبھی کبھی آتا تھا - شہر کے لوگ اس سے بہت ڈرتے تھے - یہ سردار اپنی بات کا بڑا دھنی تھا - مگر وہ کبھی کسی قصور اور ایذا رسانی کو نہ بھولتا تھا - اور نہ کسی خطا سے درگزر کرتا تھا -

مین کالج کے جس کلاس مین شامل تھا وہ شیخ موسیٰ کا کلاس تھا - اس کلاس مین وہی طالب العلم تھے جنکی تحصیل قریب ختم تھی - شیخ موسیٰ کے لکچرون کی بڑی شہرت تھی - اس سبب سے اکثر قطیفت کے علما آنکر شامل ہوتے تھے - اور باہر سے بھی لوگ آکر شریک ہوا کرتے تھے -

تھوڑے ہی دنون مین مین نے بہت سے طالب العلمون سے ملاقات پیدا کرلی - اور انکے ذریعہ سے بہت کچھ حال مجھے شام کے مسلمانون کے عادات و اطوار و رسوم اور انکے شگونون اور بدشگونیون کا بھی معلوم ہوگیا - مگر صرف علم روحانی کے متعلق مجھے کوئی صاف اور قابل اعتبار بات نہین معلوم ہوئی - نہ یہ معلوم ہوا کہ وہان کے پڑھے لکھے مسلمانون کا اس بارے مین

کیا خیال ہے۔ شیخ موسیٰ شاذ ونادر اپنے لکچرون میں اسکی طرف اشارہ کرتے۔ اور وہ اس طرح پر کہ جس سے ثابت ہوتا تھا کہ وہ اسکے متعلق زیادہ کہنا نہین چاہتے۔ مگر تمام علما علم روحانی اور اسکے زور اور کرشمون کو مانتے تھے۔ مگر انکا قول تھا۔ کہ یہ علم صرف چند ہی لوگ جانتے ہین اور کام مین لا سکتے ہین۔ اور انہین کو ایک خاص قسم کا ملکہ اور مناسبت علم روحانی سے ساتھ ہے۔ اور انکے سوا اس بارے مین کوئی کچھ نہین کہہ سکتا۔

آرتھوڈاکس مشرقی چرچ کے بشپ سے بھی مین نے اس بارے مین سوال کیا تو انہون نے جواب دیا کہ ایسے علوم موجود ہین۔ اور جو لوگ ان علوم پر عادی ہوجاتے ہین وہ اس سے عجیب وغریب کرشمہ کر سکتے ہین۔ مگر چونکہ عیسائی مذہب مین ان کا سیکھنا اور کام مین لانا منع ہے۔ اس لئے مین خود اس سے کچھ سروکار نہین رکھتا۔ البتہ مسلمانون مین تمکو ایسے لوگ ملینگے جو اس فن مین ماہر ہین اور عالم ارواح اور عالم اسرار پر قابض ہین۔

بشپ صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ یہ ایک خاص علم ہے۔ جو ابتدائے زمانہ سے چلا آتا ہے مصر کے لوگ اسکو کام مین لاتے تھے۔ اور بنی اسرائیل بھی اسمین ایک حد تک دستگاہ رکھتے تھے۔ اور حضرت سلیمان نے بھی اخیر وقت

ہیں اسطرف توجہ کی تھی - بس اسیقدر بیان کر کے بشپ صاحب خاموش ہو رہے
پھر مین نے باہر کے لوگون سے بھی اس بارے مین بہت سے سوالات کئے مگر
کوئی جواب خاطرخواہ نہ پایا -

# دوسرا باب

## درویش

شہر کے پاس ایک پہاڑ تھا جس پر ایک پتھر کا گنبد بنا ہوا تھا - اور اسکے
اطراف مین اقسام کے درخت تھے - یہ عمارت بارہوین صدی مین ایک ولی کی
قبر پر بنائی گئی تھی - لوگ اُنہین کو اس بستی کا محافظ سمجھتے تھے - اور نذرین چڑھانے
آیا کرتے تھے - اور اکثر کسان لوگ بعد ربیع اور خریف کے بکرے لاکر قربانی
کرتے تھے -

مین بھی اکثر اس پہاڑ پر سیر کے لئے جایا کرتا اور وہان کے بےمثل منظر
کا نظارہ کیا کرتا جو کہ آفتاب کی ڈوبتی ہوئی روشنی مین اور بھی زیادہ بہار دیتا -
ایک دفعہ شام کو مین اُسی درگاہ کی طرف جا رہا تھا کہ راستہ مین مجھے ایک غول
لوگون کا ملا جسمین عورتین مرد بچے سبھی تھے - وہ بھی درگاہ کی طرف جا رہے تھے -

اور انکے آگے آگے کئی مرد اور لڑکے ہاتھون مین جھنڈے لئے ہوئے تھے
جن پر قرآن کی آیتین لکھی ہوئی تھین۔ اور کچھ لوگ ڈھول تاشے چھوٹے بڑے
بجاتے چلے جاتے تھے۔ اور اسقدر شور بپا کر رکھا تھا کہ کان پھٹے جاتے تھے
اور سب لوگ ملکر باجے کی تال پر ناچتے گاتے چلے جاتے تھے۔ جب مین
انکے قریب آیا تو مین نے دیکھا چند آدمی کمر تک ننگے اور ننگی تلوارین لئے ناچتے
جاتے اور تلوارین اپنے جسم پر مارتے جاتے تھے۔ مگر خون کا قطرہ تک نہ نکلتا تھا
اسلئے کہ وہ بڑی پھرتی سے اپنے جسم کو بچا لیتے۔ اور ہر مرتبہ جب وہ کھڑے ہوکے
یہ تماشا کرتے تو لوگ سخت متعجب ہوتے اور اسکو معجزہ سمجھتے اور عورتین چلا
چلا کے انکی شان مین گیت گاتین اور سب بےخود ہو ہو کے تعریفین کرتین۔ اسی
مجمع مین ایک درویش تھا جو کہ دوسرون کی طرح ننگا نہ تھا۔ مگر سر اسکا کھلا ہوا تھا اسکے
لمبے لمبے بال شانون پر پڑے تھے۔ اپنا سر زور زور سے ہلاتا۔ اور
اللہ اللہ پکارتا اور جب تک کہ یہ مجمع ولی کی درگاہ تک نہ پہنچا یہ درویش ایسا ہی
کرتا رہا۔ جب وہان پہنچ گئے تو تلوار سے ناچنے والے بھی رک گئے اور باجا
بھی موقوف ہوگیا۔ پھر لوگ حلقہ باندھکر کھڑے ہوگئے۔ اور درویش حلقہ کے
بیچ مین کھڑا ہوا اسکے کھڑے ہونے کے ساتھ ہی پھر باجا بجنا شروع ہوا۔ پہلے

تو آہستہ آہستہ بجتا رہا پھر بتدریج بڑھتا گیا اور اسکے تال پر درویش اپنے جسم کو ہلاتا رہا
اور سر کو گھماتا رہا۔ پہلے آہستہ آہستہ پھر زور زور سے اور برابر اللہ اللہ پکارتا تھا۔
اسیطرح کرتا رہا۔ یہانتک کہ اسکے مُنہ سے کف نکلنا شروع ہوا۔ اور وہ زمین پر
گر پڑا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بیہوش ہو گیا ہے۔ ایک اور درویش جو اُسی مجمع
مین کھڑا ہوا کچھ آہستہ آہستہ پڑھ رہا تھا جسکے سر پر لال پگڑی تھی اور گدڑی کا جامہ
اس پر سبز ریشمی عبا پہنے ہوئے گلے مین ایک چوبی دانون کی تسبیح ڈالے
چھوٹا سا نیزہ ہاتھ مین لئے ہوئے تھا سامنے آیا اور جو درویش بیہوش ہو گیا
تھا اسکے قریب جا کر اسکے مُنہ پر اور ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا اور اس کے کان مین
کچھ کہا پھر اسکا ہاتھ پکڑ کے اُٹھایا۔ اور یا ولی مدد کہتا ہوا مکان کے اندر گھسیٹ
لے گیا۔ اور چند منٹ کے بعد پھر اسکو باہر لے آیا تو اچھا خاصہ اپنے حواسون
مین تھا۔

پھر لوگ اِس نئے درویش کی طرف شیخ قاسم شیخ قاسم پُکارتے ہوئے دوڑے
اور اسکے ہاتھ چوم لئے۔

اس مجمع مین ایک آدمی تھا جسکو مین جانتا تھا۔ اس سے مین نے پوچھا
کہ بھائی یہ کیا ماجرا ہے۔ یہ لال پگڑی باندھے ہوئے کون شخص تھا اسنے کہا کہ

یہ شیخ قاسم ایک بڑا پہونچا ہوا درویش ہے اور یہان سے قریب ایک گاؤن مین رہتا ہے - لوگ اسکو بہت مانتے ہین - اسلیئے کہ اسکے قبضہ مین ارواح اور جنات ہین آدمی اور جانور سب پر یہ قابو رکھتا ہے - یہ میلہ گاؤن کے چودھری کی طرف سے منّت بڑھانے کے لیئے کیا گیا تھا - اس لیئے شیخ قاسم نے اسکا اہتمام اپنے ذمہ لیا تھا اور تلوار سے کر جو لوگ ناچے تھے یہ بھی شیخ قاسم کے حکم سے ناچے تھے - اور اسی کی برکت سے تلوار کی ضرب سے زخمی نہ ہوئے - اور وہ لمبے بالون والا فقیر بھی ایک پہونچا ہوا درویش ہے مگر شیخ قاسم کی برابر نہین ہے - اسکے سر پر کوئی آتا ہے اور جب اسکی آمد ہوتی ہے تو یہ درویش اسی قسم کی حرکتین کرتا ہے جیسی کہ آج آپ نے دیکھی ہین - اور اُس پر جو اسکے سر آتا ہے - اسکا کچھ زور نہین چلتا وہ اگر دبتا ہے تو شیخ قاسم ہی سے دبتا ہے -

میرے اس دوست نے جو قطیف کا ایک سوداگر تھا مگر جاہل آدمی تھا - مجھسے یہ بھی کہا کہ شیخ قاسم کی کرامتون کو بہت لوگ مانتے ہین اور جانتے ہین کہ شیخ قاسم روحون کو اور موکلون کو بلا سکتا ہے اور انکو آدمی کی صورت مین اور مختلف جانورون کی صورتون مین بلا سکتا ہے - اور اور بھی عجیب و غریب کرشمہ کر سکتا ہے اس پر مین نے کہا کہ بھائی مین ان چیزون کا بڑا دلدادہ ہون مجھی بھی شیخ صاحب

ت ملوا دیجئے میرے دوست نے کہا اچھا چنانچہ شیخ قاسم سے اور مجھ سے ملاقات کرائی۔ مین نے شیخ صاحب سے جو کچھ میرے دوست نے انکے بارے مین بیان کیا تھا ذکر کیا۔ اور کہا کہ اگر مجھے بھی آپ اپنے کرشمے کسی روز دکھائین تو مین ممنون ہون گا۔

پہلے تو وہ راضی نہین ہوتا تھا اور بہت سے حیلہ حوالہ کرتا رہا کہ آنکھ سے دکھا دینا آسان نہین بڑا مشکل کام ہے اور ضروری اشیاء مین مثل عود وغیرہ کے روپیہ بھی بہت خرچ ہوگا۔ مگر جب مین نے اور میرے دوست نے بہت اصرار کیا اور اخراجات سے کفیل ہونے کا وعدہ کیا تو شیخ صاحب راضی ہو گئے۔ مجھے بے انتہا خوشی ہوئی اور مین سمجھا کہ آخر جس امر کی تلاش مجھے ایک مدت مدید سے تھی اب عنقریب ظہور مین آئیگی۔ اور مین اپنی آنکھوں سے ارواح کا اثر دیکھ لون گا۔ مگر شیخ قاسم کی گفتگو سے مجھے یہ گمان ہوا کہ ضرور یہ شخص جاہل اور طامع ہے۔ پھر مین نے یہ بھی خیال کیا کہ اکثر ایسے ہی لوگ عالم ارواح پر قابض ہو جاتے ہین اور انہین کے ذریعہ سے ارواح اپنے کرشمہ دکھاتے ہین۔ مین نے چند روپیہ ضروری اشیاء خریدنے کے لئے شیخ جی کی نذر کیئے۔ اور یہ قرار پایا کہ شام کے وقت میرے مکان پر میرے

دوست اور شیخ جی آویں - ارواح کو بلائیں - اور مجھے دکھائیں - بعد اس گفتگو کے وہ لوگ اپنے گھر چلے گئے اور مین اپنے گھر واپس آیا -

دوسرے دن لکچر کے بعد مین نے شیخ موسیٰ سے اسکا ذکر کیا - شیخ موسیٰ نے کہا اچھی بات ہے - تم شیخ قاسم سے کرتب پہلے دیکھ لو - پھر ہم لوگ اسکے متعلق گفتگو کرینگے - شام کے وقت مین شیخ قاسم کا انتظار کرتا رہا - مگر شیخ جی وقت معین سے ۲ گھنٹہ دیر کرکے آئے اور ایک کمسن لڑکے کو ساتھ لائے جو سبز عمامہ سیادت کی نشانی سر پر باندھے ہوئے تھا - اور تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ شیخ بنایا گیا تھا - میرے دوست جنھوں نے مجھے شیخ قاسم سے ملایا تھا وہ بھی ساتھ تھے - ایک کمرے مین ہم لوگ گئے جہاں سے شیخ قاسم کے کہنے پر سب سامان اُٹھا لیا گیا تھا صرف چند جانمازیں اِدھر اُدھر بچھا دی گئی تھیں - شیخ قاسم کمرے کے اس سرے پر چلا گیا وہان ایک جانماز پر اپنے تئیں گرا دیا اور کسی سے کچھ نہ کہا حتی کہ مجھے سلام تک نہ کیا - اور برابر کچھ بڑبڑاتا جاتا تھا وہ بھی ایسے الفاظ کہ جنکے معنی مین مطلق نہ سمجھا تھوڑی دیر کے بعد اس نے بڑبڑانا موقوف کر دیا اور اُٹھ کر بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر لیں پھر ہاتھ ادہر اُدہر ہلانا شروع کیا - اسکے ہمراہی نے مجھ سے کہا کہ پیر و مرشد کو اب حال آرہا ہے - اور

ارواح سے باتیں کر رہے ہین -

کوئی پندرہ منٹ تک شیخ قاسم اسی حالت مین رہے - پھر آنکھین کھولکر اپنے ساتھی کو اشارہ کیا وہ باہر گیا - اور ایک انگیٹھی دہکتی ہوئی جو آگے سے عود جلانے کے لئے مہیا کر رکھی تھی لے آیا اور کمرے کے بیچ میں رکھدی اور دونون اِدھر اُدھر اس انگیٹھی کے بیٹھ گئے - میں شیخ قاسم کے سامنے بیٹھا ہوا تماشا دیکھا کیا - پھر شیخ قاسم نے اپنی جیب سے ایک تھیلی نکال کر اسمیں سے عود نکالا جو مختلف چیزوں سے مرکب تھا - اپنے ساتھی کو دیا کہ تھوڑا تھوڑا آگ میں ڈالتا جائے - اب شیخ قاسم نے جھومنا شروع کیا اور یا ہلا - یا ہلا - یا مبارک یا مبارک یا تعروشش - یا تعروشین پکارنے لگا - یہ گویا جنات کے بڑے سردارون کے نام تھے - یہ بہت دیر تک ہوتا رہا - کمرا سب عود کے دھوین سے بھر گیا اور بھی زور سے شیخ قاسم یہ نام لیکر پکارنے لگا - اور پھر اُٹھکر تمام کمرے مین گھومنے پھرا - بار بار - یا تعروشش - یا تعروشین - پکارتا ہوا یہر دفعتہً کھڑا ہو گیا اور ہاتھ سے کرکے ایک کونے کی طرف اشارہ کرنے لگا - جیسے اس کونے میں کوئی نظر آرہا ہے - مگر جب ہم لوگوں نے کہا کہ ہم کو کچھ نظر نہین آتا تو وہ پھر یا تعروشش یا تعروشین پکارنے لگا - مگر اسکا پکارنا بیکار رہوا - نہ تعروشش آئے نہ

تعروشین یہانتک کہ سب عود بھی جل گیا - پھر شیخ قاسم نے اپنے تئیں جانماز پر گرا دیا اور آنکھیں بند کرلین - انکے ساتھی نے ہاتھ پکڑ کر کُل پیغمبرون کے نام لے لے کر اور اُن سے مدد مانگ مانگ کر شیخ صاحب کو اُٹھا کر کھڑا کیا -

اب تو مجھے بھی صبر نہ رہا اور مین اپنے دل مین سمجھا کہ ضرور اس نے مجھے دھوکا دیا - مگر شیخ قاسم نے مجھ سے بہت عذر و معذرت کی اور کہا کہ ارواح و جنات اکثر ایک دن کے بُلانے سے نہیں آتے - اور دوسرے اجنبی لوگوں کے سامنے جو اس فن سے بے بہرہ ہین بڑی دشواری سے آتے ہیں اور یہ بھی کہا کہ نجوم کے حساب سے بھی آج کی شب اس کام کے لئے موافق نہ تھی - میرے دوست نے بھی کہا کہ انکا کہنا سچ ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پہلے دن ضرور ناکامی ہوتی ہے ایک دفعہ اور بھی آزما لیجئے - مین نے خیال کیا کہ شاید ان لوگون کا کہنا ٹھیک ہوگا - اور شیخ قاسم کو عود وغیرہ خریدنے کے لئے اور تھوڑا سا روپیہ دیا - وہ رخصت ہوا اور پھر آنے کو کہہ گیا -

دوسرے دن شام کو پھر شیخ قاسم اور انکے ساتھی آئے اور پہلے دن کی طرح خوب ہاتھ پچھائے اور سر ہلائے اور زور زور سے نام لے لے کر ارواح کو اور موکلّون کو اور جنات کو پکارا کئے مگر کوئی نہ آیا - میرے دوست نے

پھر انکی سفارش کی اور کہا بھائی ایک رات اور سہی - پہلے تو مینے انکار کیا مگر
پھر مین راضی ہو گیا اور پھر مین نے کچھ روپیہ شیخ قاسم کو دیکر رخصت کیا -
ابکی دفعہ شیخ قاسم کا ساتھی بھی شریک ہوا اور دونون خوب جھومے اور خوب
چیخ چیخ کر منتر پڑہتے رہے پھر دفعتہً دونون چپ ہو گئے - اور انگلی سے کمرے
کے ایک کونے کی طرف اشارہ کرنے لگے - گویا کہ وہ کچھ دیکھہ رہے ہین -
پھر دونوں آہستہ آہستہ کمرے کے ایک کونے کیطرف گئے اور تھوڑی دیر کے لئے
بیٹھ گئے پھر شیخ قاسم باتین کرنے لگے گویا کہ انکے سامنے کوئی کھڑا ہے اور وہ
اس سے باتین کر رہے ہین - اور ہم لوگون سے کہنے لگے کہ یہی تعروش ہین -
مگر ہم لوگون کو کوئی نظر نہ آیا - اور سوائے شیخ قاسم اور انکے ساتھی کی آواز کے
کوئی آواز بھی نہ سنائی دی -

تھوڑی دیر تک یہی ہوتا رہا - پھر شیخ قاسم اور انکے ہمراہی نے تعروش
کو سلام علیک کر کے رخصت کیا پھر ہم لوگون سے کہا کہ تعروش کہہ گیا ہے
کہ اس ہفتہ مین اُن لوگون کو بہت کام ہے مگر دوسرے ہفتہ مین اگر بلائے
جائینگے تو آئین گے - اس سے مین سمجھ گیا کہ شیخ قاسم صرف ایک مکار شعبدہ باز ہے
اور روپیہ کمانے کی غرض سے لوگونکو دھوکا دیتا پھرتا ہے -

دوسرے روز مین نے شیخ موسیٰ سے کل سرگزشت شیخ قاسم کی بیان کی اور، کہا افسوس ہے کہ ایسی چیزیں جو مسلمانوں کے مذہب کا ایک جز بھی جاتی ہیں شیخ قاسم کے سے جاہل و مکار لوگوں کے سپرد کی جائیں - چنانچہ ولی کی درگاہ پر میں نے انہیں فقیروں کو دیکھا تھا کہ کچھ کرتب کر رہے تھے شیخ موسیٰ نے کہا آپنے جو ولی کی قبر پر مجمع دیکھا تھا اور جو جو کرتب اِن درویشوں نے وہاں کیئے اس سے مسلمانوں کے مذہب کو کوئی سروکار نہیں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ سلم نے انکی بنا نہیں ڈالی - نہ قرآن میں اسکا حکم ہے نہ احادیث میں اور ماسوا اسکے ہمارے بڑے علما اور خطیب انکے خلاف وعظ فرمایا کیئے مگر یہ امر قدیم زمانہ سے ہوتا چلا آیا ہے - اور شیخ قاسم کے سے لوگ اپنے فائدہ کے لئے عوام کو ایسی چیزیں کرنے پر ورغلاتے رہتے ہیں - اور انہیں باتون سے عوام کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہین -

عوام الناس اور جُہلا کے تعصبات کو بدلنا مشکل کام ہے بلکہ تعلیم یافتہ لوگوں کے تعصبات کا دفع کرنا بھی بعض صورتون میں محال ہے - خصوصاً جب ایسے رسوم کے ساتھ گانا بجانا دُھوم دھڑکا بھی ہو اور ایسے نئے نئے معجزہ دکھانے والے درویش جیسے کہ آج آپ نے ولی کی درگاہ پر دیکھے دنیا میں موجود ہون -

یہ درویش لوگ جاہل اور ضعیف الاعتقاد لوگوں کو دھوکا دیتے پھرتے ہیں اور روپیہ کمانے کی فکر میں رہتے ہیں - اور اُنکے جو ہمراہی ہوتے ہیں وہ لوگوں کو یقین دلاتے ہیں کہ یہ بڑے پہونچے ہوئے شاہ صاحب ہیں اور بہت صاحبِ کمال ہیں - اسیطرح لوگوں کو پھیرلاتے ہیں تاکہ اُن سے روپیہ وصول ہو اور خود بھی اس مال میں حصہ لگائیں -

میں نے تمکو شیخ قاسم کا تماشا دیکھنے سے نہ روکا اگرچہ مجھکو معلوم تھا کہ وہ شخص ایک مکار آدمی ہے لوگونکو دھوکا دیتا پھرتا ہے - اس لئے کہ مجھے منظور تھا تم کو یہ حال بھی معلوم ہو جائے کہ عوام میں کس قسم کے رواج پھیلے ہوئے ہیں -

مین نے کہا کہ پھر یہ کیا بات ہے کہ عالم و فاضل مسلمان بھی عالم روحانی کے قائل ہین اور اس بات کے معتقد ہین کہ اس علم کے ذریعہ سے روحوں اور موکلوں کا بلانا اور ان سے بات کرنا ممکن ہے -

شیخ موسیٰ نے کہا سچ ہے - میں خود بھی علم روحانی کا قائل ہوں - اور مین جانتا ہوں کہ ایسے لوگ گذرے ہین اور اب بھی موجود ہین - جنکو اس علم میں خاص ملکہ ہے مگر وہ لوگ اور ہی طرح کے ہوتے ہیں ایسے لوگ مدتوں کی نفس کشی ضبط تحمل غور و فکر سے اپنے تئیں اس کام کے لایق بناتے ہیں اپنی

زندگی کو اس کام مین وقف کر دیتے ہین اور عالم ارواح پر قوت حاصل کر کے
وہ اپنی روحانی زندگی کو فروغ دیتے ہین اور عالم روحانی اور عالم اسرار اور
اسکے باشندے جو عوام کی نظرون سے پنہان ہین اِن پر عیان ہو جاتے ہین
مگر اس علم مین اور اُن شعبدون مین جو شیخ قاسم کے سے لوگ کیا کرتے ہین یعنے
ارواح کو بُلانے کا دعویٰ اور لوگون کو دکھانے کا دعویٰ کرتے ہین اور پوشیدہ
خزانہ بتاتے ہین اور معشوقون سے ملانے کا ذمہ لیتے ہین اور روپیہ کی غرض
سے لوگون کو دھوکا دیا کرتے ہین بڑا فرق ہے - یہ اسیطرح کی چیز ہے جیسے کہ
آپکے یورپ اور امریکہ مین رائج ہے - لوگ مردون کی ارواح کو بلا سکنے کا دعویٰ
کرتے ہیں اور کہتے ہین کہ ہمکو ارواح نے میڈیم یعنی واسطہ قرار دیا ہے اور
ہمارے ذریعہ سے لوگ اُن سے بات کر سکتے ہین اور کبھی کبھی ارواح اپنا
ہاتھ یا پاون ظاہر کرتی ہین یا کبھی میز اُلٹ دیتی ہین یا میز کو ہلا دیتی ہین یا کوچ کرسیون
کو معلق ہوا پر کھڑا کر دیتی ہین یا ستار بجانے لگتی ہین -

مین نے سنا ہے کہ بہت سے آپکے یہان کے تعلیم یافتہ لوگ بھی اِن باتون
کو مانتے ہین - بس آپ ہی خیال فرمایئے کہ جب یورپ کے روشن خیال لوگونکا
یہ اعتقاد ہو تو وائے برحال ہم مشرقی اقوام کے جنگلی جہالت ضرب المثل ہے

یہ بیچارے اگر شیخ قاسم کے سے لوگون کو مانین تو کیا تعجب کی بات ہے ہین
دیکھتا ہون کہ آپکو اِس علم سے کمال دلچسپی ہے مگر مجھے بڑا افسوس ہے کہ
مین اس امر مین آپکی رہنمائی نہین کر سکتا مگر میرے ایک دوست جو بڑے عالم
فاضل ہین اس علم مین کمال رکھتے ہین اور آج کل اسی شہر مین موجود ہین مین
آپ کو اُن سے ملا دونگا اور شاید میرے کہنے سے وہ آپکو اگر مناسب
سمجھین تو چند رموز اس علم کے بتا دینگے - جب یہ باتین ختم ہوئین تو مین شیخ
موسیٰ کو سلام کر کے رخصت ہوا ۔

# تیسرا باب

## شیخ حسن

شیخ موسیٰ کے لکچر سننے کو جو عالم باہر سے آیا کرتے تھے ان مین ایک شخص تھا
جو ہمیشہ لکچر شروع ہونے کے بعد آتا تھا ۔ اور ختم ہوتے ہی (قبل اسکے کہ کوئی
اور اپنی جگہ سے جنبش کرے) چلا جاتا تھا ۔ کسی سے کبھی کچھ بات نہ کرتا اگر
کوئی سلام کرتا تو صرف سلام کا جواب دیدیتا پھر خاموش ہو جاتا ۔ ہمیشہ ایک کونے
مین بیٹھا کرتا اور اپنے سر کو اپنے ہاتھ پر ٹیک لیتا اور کبھی سر اُٹھا کر ادھر اُدھر

نہ دیکھتا - ہمیشہ آنکھین نیچی رکھتا - کبھی کبھی اگر شیخ موسیٰ کے لکچر مین کوئی چیز اسکو اچھی معلوم ہوتی تو ذرا سر ہلا دیتا ورنہ بُت کیطرح خاموش بیٹھا رہتا -

اِس شخص کا نام شیخ حسن مغربی تھا اس لیئے کہ عرب کے لوگ ٹونس ٹرپولی اور الجیرز کے رہنے والون کو المغربی کہتے ہین - یہ شخص ایک وجیہہ آدمی تھا دُبلا پتلا طویل القامت زرد ہی مائل گندم رنگ اونچی نوکدار ناک ٹھڈی پر ڈاڑہی اسمین کچھ سفید بال بھی آ گئے تھے - رخسارے بالکل صاف - آنکھین خوب کالے رنگ کی تھین اور بھوین ہمیشہ چڑہی رہتی تھیں - چہرہ پر انتہا درجہ کی اُداسی چھائی ہوئی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا صدمہ اس شخص کے دل پر ضرور گزرا ہوگا اور ضرور راتون کو اسے نیند نہ آتی ہوگی - عمر اس شخص کی کوئی پچاس برس کی معلوم ہوتی تھی مگر بعد مجھے معلوم ہوا کہ اسکی عمر اسقدر نہ تھی بلکہ مشقت اور رنج نے اسکو قبل از وقت بوڑھا بنا دیا تھا یہ شخص بہت سنجیدہ اور شرمگین تھا - ذرا ذرا سی بات پر چونک پڑتا اسکے ہاتھ پتلے پتلے اور نازک تھے اور ہمیشہ اسکے ہاتھ مین ایک تسبیح رہتی تھی جس پر وہ کچھ پڑھا کرتا تھا -

میں نے بہت دفعہ چاہا کہ ان بزرگ کو اپنی طرف متوجہ کرون اور اُن سے دوستی پیدا کرون - مگر وہ ہمیشہ الگ تھلگ بیٹھا رہتا اور میری طرف التفات

نہ کرنا اس سے مجھے خیال پیدا ہوا کہ میں عیسائی ہون اس لئے یہ شخص تعصب
کی وجہ سے مجھسے دوستی نہین کرنا چاہتا ہے کیونکہ بمقابلہ شام کے مسلمانون کے
یہ لوگ زیادہ متعصب ہوتے ہین -

مجھسے اور شیخ موسیٰ سے جو گفتگو ہوئی تھی اِسکے تھوڑے ہی دنون
کے بعد شیخ موسیٰ نے ایک روز مجھے اپنے گھر بلا بھیجا اور شیخ حسن سے ملاقات
کرائی اور کہا کہ اگر یہ مناسب سمجھیں گے تو علم روحانی کے سکھانے مین تمھاری مدد
کرین گے - پہلے بھی کئی مرتبہ میرا ذکر شیخ موسیٰ اِن سے کر چکے تھے -

شیخ حسن نے مجھ سے کہا میرے گھر پر آنا اور وہان تم سے تنہائی مین تفصیل
کے ساتھ گفتگو کرونگا -

شیخ حسن کا مکان مسجد کے قریب تھا اسمین سوا انکے اور کوئی نہ رہتا تھا
دوسرے روز شام کو حسب وعدہ مین وہان گیا - انکو اپنے کمرے مین بایا - یہ ایک
معمولی کمرہ تھا - مگر سامان سے خالی - صرف ایک جانماز بچھی ہوئی تھی - ایک
پیتل کا لوٹا اور سیلابچی رکھی ہوئی تھی - ایک کونے مین ہشت پہلو چوکی پر ایک
پیتل کے شمعدان مین چراغ جل رہا تھا - اور ایک کونے مین تین انچ کا اونچا
ایک لکڑی کا تخت بچھا ہوا تھا اس پر ایک کمل پڑا تھا - یہی شیخ حسن کا پلنگ تھا

جسپر وہ سویا کرتے تھے اور یہی مسند کا بھی کام دیتا تھا - ایک کونے میں چھوٹا سا لکڑی کا صندوق رکھا ہوا تھا اسمین انکی کتابین کپڑے اور ایک جام سفال پانی پینے کے لئے تھا - اسکے سوا اور کوئی آرام کی چیز کمرے مین نہ تھی - جس سے معلوم ہوتا تھا کہ شیخ حسن کس نفس کشی کے ساتھ اپنی عمر بسر کرتا ہے -

اسکا اور اس چہرہ انتہا کا حلم و خاکساری اور نرم آواز کا دل پر اثر ہوتا تھا اور خود بخود اسکے حال پر ترس آتا تھا اور یہ خیال پیدا ہوتا کہ اس شخص پر ضرور کوئی حادثۂ جانکاہ گزرا ہے اور تھوڑی دیر اس سے گفتگو کرنے سے معلوم ہوجاتا کہ یہ شخص بڑا صاحب عقل اور غور و فکر ہے اور ذہن رسا رکھتا ہے - شیخ حسن نے مجھسے کہا کہ شیخ موسیٰ مجھ سے فرماتے تھے کہ آپ کو علم روحانی سیکھنے کا بڑا شوق ہے اور اسکے متعلق واقعات دریافت کرنے کے لئے آپ بڑے شایق ہین اور یہ بھی مجھے معلوم ہوا کہ آپ اس علم کے حقیقی طور پر گرویدہ ہین - اس لئے مجھ سے جہان تک ہو سکے گا - اور جہان تک کسی کو ان اسرار سے آگاہ کرنے کا مجھے مجاز حاصل ہے - مین آپ سے دریغ نہ کرونگا -

بعد چند ملاقاتون کے شیخ حسن نے مجھ سے کہا کہ ماہ آیندہ کے شروع مین عمل کرنے والا ہون اور ارواح کو بُلانے والا ہون اگر آپ بھی اس وقت موجود رہین تو دیکھ سکتے ہین - گزشتہ مہینہ سے مین اسپنے تئیں ان ارواح کے بُلانے کے لئے تیار کر رہا ہون اور کئے جاؤنگا جب تک کہ وہ وقت آئے - مگر قبل اسکے کہ مین آپکو شامل ہونے کی اجازت دون - آپ کو اس امر عظیم کے واسطے تیاری کرنا پڑے گی مین آپکو یہ علم نہین سکھا سکتا مگر اسکا حاصل اور نتیجہ بیان کر سکتا ہون - صرف اسوقت حاضر رہنے کے لئے اور پوشیدہ چیزونکو آنکھ سے دیکھ سکنے کے لئے آپکو بہت کچھ تیاری کرنا ضرور ہے - جو شخص اس کام کا حوصلہ کرتا ہے اسکو ہر طرح کا تحمل اور ضبط اور برداشت جسمانی اور دماغی نہایت ضرور ہے - جسم اور تمام حواس کو اپنی روحانی قوت کا مطیع اور فرمانبردار بنا لینا لازم ہے جب تک کہ یہ ملکہ نہ حاصل ہو جائے اس کام کے وقت حاضر رہنا ناممکن ہے - ایسے شخص کے آنے سے سوا اسکے کہ کام مین خلل واقع ہو کچھ حاصل نہوگا - آپ کو اسطرح پر اسپنے دل و دماغ پر حاوی ہو جانا چاہیئے کہ کیسی ہی مہیب شکلین آپ کے سامنے آئیں آپ ان سے مطلق نہ ڈرین یا کیسی ہی اچھی صورتین آپ کے سامنے آکر آپ کو لبھائین

آپ انکی طرف مائل نہ ہون۔ یہ سب آپکے سامنے اس غرض سے آئینگی کہ آپکو برانگیختہ کرین اور آپ پر قابو پا جائین تاکہ آپ یا تو ڈر کر چلا اُٹھین یا کچھ ہمدردی کے الفاظ مُنہ سے کہہ بیٹھین۔ اور لفظ کے مُنہ سے نکالتے ہی کُل کام اِس روز کے لئے بگڑ جائے اور آگے کوئی امر اثر نہ کرے۔

قبل اسکے کہ میں آپکو ایسے موقع پر آنے کی اجازت دون آپ کی قوت برداشت کو آزما لینا چاہیئے اگر آپ کو یہ منظور ہے تو یہان تشریف رکھئے اور میں جو کچھ پڑھتا ہون اسکو بغور سنئے۔ اور پھر بغیر مجھسے ایک حرف کہے اپنے گھر کو چلے جائیے۔ وہان جاکر تین شبانہ روز کسی سے نہ ملئے اور نہ کچھ کام کیجئے سوا اس ایک خیال کے اور کسی خیال کو اپنے دل مین جگہ نہ دیجئے۔ اور رات دن یہی سوچا کیجئے کہ آپ میرے ساتھ عالم ارواح کا نظارہ کرینگے اور اس مین مستعد رہینگے اور ایک کتاب بھی مین آپ کو دیے دیتا ہون یہ اپنے نفس پر قابو حاصل کرنا اور ضبط کرنا اور دماغی قوت کا جسمانی قوت پر حاوی ہونا اور روحانی قوت کا جسمانی اور دماغی سب قوتون پر سبقت لیجانا سکھاتی ہے۔ آپ اسکا مطالعہ بغور کرین جو تیسرے روز شام کو جمعہ کا دن کا ہوگا میرے پاس آئیے گا اور اس درمیان مین آپ حسب عادت چل پھر سکتے ہیں اور کھا پی سکتے ہین۔

مگر ہاں ان چیزون کے کھانے پینے سے پرہیز کیجئے گا جو ہمارے مذہب میں حرام ہیں-

مین نے اِن سب باتون پر اپنی رضامندی ظاہر کی اور کتاب لے لی-

پھر شیخ حسن نے ایک کتاب کھولکر آہستہ آہستہ کچھ پڑھنا شروع کیا جسکو مین بالکل نہ سمجھا پھر کوئی اور دعا زبانی راگ کے ساتھ پڑھا گیا اسکو بھی مین نہ سمجھا پھر مجھے اشارہ کیا کہ مین گھر چلا جاؤن- مین سمجھ گیا اور اپنے گھر واپس آیا اپنے نوکرون کو حکم کیا کہ تین روز تک کوئی آئے تو اس کو اندر نہ آنے دین- اور نہ مجھسے کچھ بات چیت کرین- اس لئے کہ مجھے کسی مسئلہ پر غور کرنا ہے اور باقی میرے کھانے پینے کے وقت بدستور رہین گے-

میرے نوکرون کو اِس حکم سے کوئی تعجب نہوا اس لئے کہ وہاں کا دستور تھا کہ اکثر علما اور طالب علم کسی مسئلہ پر غور کرنے کے لئے تین تین چار چار روز تنہا رہتے تھے- کسی سے ملتے نہ تھے- اسیوجہ سے میرے لکچر سے بھی غیر حاضر رہنے کا کسی نے خیال نہ کیا-

مین جسوقت گھر پہونچا شام قریب تھی حسب معمول مین باغ میں ہوا خوری کرتا رہا پھر برآمدے مین جہان جالی کی ٹٹی پر انگور کی بیل چڑہی ہوئی تھی-

بیٹھکر کھانا کھایا اور شیخ حسن نے جو کچھ کہا تھا اسپر غور کرتا رہا و راسی کا خیال میرے دل مین بندھا رہا اور کئی باب اِس کتاب کے جو شیخ حسن نے مجھے دی تھی - پڑھ ڈالے - پھر تمام کر کے اپنے معمولی وقت پر سو رہا - کوئی تین گھنٹہ مین سویا ہون گا کہ دفعتہً میری آنکھ کھُل گئی اور سینہ پر ایک بوجھ سا معلوم ہونے لگا اور دم رُکنے لگا - تنفس لینا محال ہو گیا - مین اسی حال مین چُپ چاپ پڑا رہا اتنے مین مجھے معلوم ہوا کہ کوئی میرے نزدیک آنکر آہستہ آہستہ کہہ رہا ہے -

تو نہین کر سکتا      تو نہین کر سکتا
اس فعل عبث سے ہاتھ اُٹھا ؤ
اس کام کے پیچھے نہ پڑ      اس سے باز آ

میرے سینہ پر بوجھ اور تنگی زیادہ محسوس ہونے لگی مین نے بہت کوشش کی کہ کچھ مُنہ سے بولون یا کسی کو پکارون مگر میری زبان نہ ہلتی تھی - تمام اعضا - معلوم ہوتا تھا شل ہین اور ہلائے نہین ہلتے بہزار دشواری مین اُٹھکر بیٹھا اور شمع جو میرے پلنگ کے پاس رکھی ہوئی تھی جلائی -

میری وہ حالت تھی جو خوب تپ لرزہ کے بعد کسی کی ہوتی ہے اور

جوڑ جوڑ مین میرے میٹھا میٹھا درد ہونے لگا۔ پھر رات بھر نیند نہ آئی اور مین شیخ حسن کی دی ہوئی کتاب پڑہتا رہا۔ مین نے مصمم ارادہ کر لیا کہ کچھ ہی ہو اس کام کو کر کے چھوڑون گا۔ اور صبح تک پڑہتا رہا۔ بعد دوپہر کے کھانے کے مین خوب سویا۔ شام کو اُٹھا۔ طبیعت بحال پائی باغ مین پھرتا رہا پھر حسب معمول کھانے کے بعد نہا کر سو رہا میرے سونے کا کمرا اندر تھا اس مین ایک ہی کھڑکی تھی جس کی کھڑکیان بند رہتی تہین۔ اور نسیم کے تیز جھونکون سے بچنے کے لئے اسپر ایک بھاری پردہ پڑا رہتا تھا۔ اسلئے کہ اِن شہرون مین اس طرح ہوا کا لگنا مضر ہوتا ہے۔

مین تین چار گھنٹہ سویا ہون گا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ کوئی میرا نام لے لیکر پکار رہا ہے۔ میری آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو تمام اندھیرا پڑا تھا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ مگر دفعتہً ایک ہلکی سی روشنی کمرے کی دیوار پر نمودار ہوئی۔ خوب اچھی طرح دکھائی دیتی تھی گو روشنی تیز نہ تھی۔ میری نگاہ اسپر خود بخود جم گئی مین اگرچاہتا بھی تو اس طرف سے نہ آنکھ موڑ سکتا اور نہ بند کر سکتا بلکہ خوف کے مارے میرا سارا جسم شل ہو گیا۔ اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ گویا مین بیخود ہون اور اسطرح کا خوف مجھپر طاری ہوا کہ مین بالکل بے اختیار ہو گیا۔ ہر چند مین کوشش

کرتا تھا کہ ہمت کردن مگر کچھ زور نہ چلتا تھا گو میرے حواس سب درست تھے مین
دیکھ سکتا تھا اور سن سکتا تھا مگر زبان نہ ہلا سکتا تھا اور نہ ہاتھ پاؤن اپنے قابو مین
معلوم ہوتے تھے اسطرح کا بوجھ اور گرانی میری چھاتی پر معلوم ہونے لگی جیسی
کہ پہلی شب کو معلوم ہوتی تھی - یہ معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی چھاتی پر چڑھا بیٹھا ہے
اور گلا گھونٹے ڈالتا ہے - مگر جب بھی میرے دماغ پر کوئی اثر نہ پیدا ہوا اور
اس خوف کی حالت میں بھی میرے ارادہ مین کوئی لغزش نہ آئی اور مین نے
ٹھان لیا کہ اس کام کو مین کرکے چھوڑون گا - مین دیوار کی روشنی کیطرف
دیکھ ہی رہا تھا کہ دفعتہً مجھے معلوم ہوا کہ کوئی روشنی کے سامنے کھڑا ہے اسکا
ڈیل ڈول سب صاف دکھائی دیتا تھا مگر شکل نظر نہ آتی تھی - پھر اس شخص نے
آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا -

خبردار خبردار آگے نہ بڑھنا
اس کام مین قدم نہ بڑھانا
تم پر کبھی یہ راز ظاہر نہ ہونا چاہیئے
اسکے پیچھے پڑو گے تو پچتاؤ گے

مین نے خوب اپنے حواس کو جمع کیا اور ہمت کرکے چلا اُٹھا مین ضرور ضرور

گردن گا بیشک کرد نگا۔ جو کچھ تقدیر مین لکھا ہے وہ ہوگا ــ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم۔

وہ جسم آہستہ آہستہ چلکر میرے پلنگ کے قریب آیا اور میری طرف ہاتھ پھیلایا۔ اسوقت ایک عجیب حالت مجھ پر طاری ہوئی اور مین چلا اُٹھا خداوند کریم عالم الغیوب ہے ہر شخص کی رہنمائی کو کافی ہے اور اُسی پر مین بھی بھروسہ کرتا ہون۔ میرے یہ کہتے ہی وہ شخص اور وہ روشنی سب غائب ہوگئی مین پلنگ پر سے کود پڑا اور رات بھر جاگ کر صبح کر دی۔

اب تیسری اور اخیر رات آئی مجھے یقین ہوگیا کہ آج کی رات کا معرکہ سب راتون سے بڑہ کر ہوگا۔ مگر مین نے مصمم ارادہ کرلیا کہ جو کچھ ہو مین اپنے ارادہ پر قائم رہوں گا اور اس کام کو پورا کردن گا۔ مین نے قصد کرلیا کہ آج رات بھر نہ سوؤنگا۔ دن کو ایک نیند لے چکا تھا کچھ تکان بھی نہ معلوم ہوئی اور شیخ حسن کی کتاب پڑہتا رہا۔ اتنے مین سب شمعیں جو مین نے جلائی تھین آپ ہی آپ خاموش ہوگئین اور دہی دھیمی سی روشنی جو شب گزشتہ مین نے دیکھی تھی۔ پھر دیوار کے سامنے پیدا ہوئی اور اسکے سامنے کئی شخص نمودار ہوئے اور میری طرف بڑہے مجھے اُنکے جسم علیٰحدہ علیحدہ اچھی طرح نظر آتے تھے مگر اُنکی صورتین نہ معلوم ہوتی تھین۔

اِن مین سے ایک شخص نے کہا۔

اے شخص ہم لوگ اب تیسری دفعہ تجھے فہمایش
کرنے کو آئے ہین یہ اخیر دفعہ ہے کہ ہم تجھکو آگاہ کئے
دیتے ہین۔ خبردار خبردار ان حرکتون سے باز آ اور
اسرار الٰہی اور عالمِ ارواح کی جستجو کو چھوڑ دے
یہ راز تجھ ایسون پر نہ ظاہر ہونگے اور اِسکی سختیان تجھ
سے نہ برداشت ہونگی اور اخیر وقت مین تو ہمت
ہار جائیگا تجھے اپنے اوپر قابو نہ رہے گا آخرکار ہلاکت
مین پہنسے گا۔

یہ کہکر وہ سب میری طرف بڑہے میرا دم بند ہوگیا سانس لینا دشوار معلوم
ہوتا تھا۔ مین نے بہت کوشش کی کہ کچھہ جواب دون مگر کچھہ دیر تک میری
آواز نہ نکلی آخر کو مین نے قرآن کی ایک آیت پڑہی۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

اس کے پڑہتے ہی سب غائب ہوگئے مینے پھر شمع جلائی اور شیخ حسن والی کتاب
پڑہنے لگا۔ مجھے تیسری رات کی واردات کے بعد بڑی تکان معلوم ہوئی۔

میرے دل و دماغ پر بڑا زور پڑا اور مین نے بہت برداشت کی تھی۔
مگر تاہم مجھے کمال خوشی اس بات کی تھی کہ مین نے ہمت نہ ہاری مین نے
خیال کیا کہ شیخ حسن مجھ سے خوش ہوگا اور مجھے اپنے ساتھ ارواح کے بلانے
کے وقت شریک رکھے گا۔

اسی شام کو مین شیخ حسن کے گھر گیا تو مین نے اِن کو اپنے انتظار مین پایا
مین نے کُل واردات جو مجھ پر گذری تھی کہہ سنائی شیخ حسن یہ سُنکر خوش ہوئے کہ
مین نہ ڈرا۔ ڈرانے والون کا جواب قرآن کی آیت مین دیدیا۔ اور شیخ حسن نے
فرمایا کہ اب مین تم سے اِس علم روحانی کے متعلق کچھ بیان کرون گا تاکہ تم اور بھی
میرے ساتھ ارواح کے دیکھنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

# چوتھا باب

## روحانی

شیخ حسن نے بیان کیا کہ علم روحانی ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے سے
اسکا جاننے والا عالمِ ارواح پر حاوی ہو جاتا ہے اور عالمِ اسرار کو دیکھ سکتا ہے
اور اس عالم کے باشندون سے گفتگو کر سکتا ہے۔ جو ایسے ارواح ہین کہ

زندہ مخلوق ہوتے ہین اور ان میں امتیاز شخصی پایا جاتا ہے بعض ان مین اچھے ہین اور بعض برے بھی ہین - اور مردونکی ارواح جو اس دنیا مین ایک مدت بجیتے رہنے کے بعد عالم بقا کی طرف انتقال کر جاتے ہیں ان میں شامل نہیں - یہ عالم اسرار کے رہنے والے بالکل اُن سے جدا ہین اور یہ علم حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے بھی پہلے سے چلا آتا ہی - مگر اسکا علم ہر زمانہ مین صرف دو تین ہی آدمیونکو عطا کیا گیا اسلئے کہ ہر زمانہ مین صرف دو تین ہی شخص ایسے گزرے ہین جنہون نے اس علم کی طرف توجہ کی ہے - اور اسکی مشقت کو جھیل گئے ہین -

یہ روحانی علم سحر سے بالکل جدا ہے ڈیو - جن - بھوت پریت کے سر پر آنے اور سر سے اُتارنے سے اسکو کوئی سروکار نہین - جادو اور سحر تو اکثر لوگ عوام الناس کے دھوکا دینے اور روپیہ کمانے کے لئے کیا کرتے ہین اور اس مین بہت کچھ ریاکاری اور بناوٹ ہوتی ہے - جیسے بیمارون کو اچھا کرنا دفینون کو بتانا یا مردون کی روحون کو بلانا یہ سب باطل دعوے ہیں - اور جاہلون کو دھوکا دینے کی باتین ہین -

علم روحانی دو قسم کا ہوتا ہے - علوی اور سفلی -

علم روحانی علوی وہ علم ہے جس سے آدمی اُن فرشتون سے جو انسان

کی محافظت کے لئے مقرر ہین اور اُن فرشتون سے جو مردون کی روح کے
محافظ ہین اور پاکیزہ روحون سے مل سکتا ہے اور بات کر سکتا ہے اِن کے
افسر کا نام ابدائیل علیہ السلام ہے -

اور سفلی کے علم کے حاصل کرنے سے اُن ارواح سرکش اور ناپاک پر
آدمی قابض ہو جاتا ہے - جنھون نے خدا کی نافرمانی کرکے پاک ارواح اور
فرشتون سے اپنے تئیں جدا کر لیا اور ابلیس علیہ اللعن کے مطیع بن گئے -
اور بہشت سے اسکے ساتھ نکالے گئے اس دنیا مین بود و باش اختیار کی -

ان باغی ارواح کو ابلیس کے فتنہ سے آدمیون پر بڑا زور حاصل ہو گیا
ہے اور اس دنیا پر بھی بہت کچھ قوت ہو گئی ہے اور یہ ناپاک ارواح -
لعنہم اللہ اجمعین - بہت سے رازو اسرار سے واقف ہین اور جو
عامل روحانی سفلی سیکھتا ہے وہ ان کے ذریعہ سے ان سب رازون کو
دریافت کر لے سکتا ہے -

اس علم کے سیکھنے کی غایت یہ ہے کہ جو چیزین عوام کی آنکھون سے
پنہان ہین وہ سب سیکھنے والے پر عیان ہو جائیں - اور روحانی زندگی کا اصل
اصول اسکو معلوم ہو جائے - آیندہ اور گزشتہ کے حالات سب اسپر روشن

ہوجائین اور اس دنیا کے وقوع مین آنے کے قبل کی حالت اور دنیا کے فنا ہوجانے کے بعد کی حالت سب اس پر آئینہ ہوجائے۔ روح جو ابھی جسم سے وابستہ ہے اسی وقت سے اسکی تعلیم شروع ہوجائے اور یہ معلوم کرلے کہ روح کی زندگی باوجود اس کے کہ وہ جسم سے پیوند رکھتی ہے جسم سے بالکل علیحدہ ہے اور جس وقت جسم سے جدا ہوکر روح پرواز کرجائے گی اسوقت اس کے لئے کسی طرح کی زندگی مقرر کردی گئی ہے۔ اور پھر دوبارہ جب وہ اپنے جسم سے ملکر ہمیشہ کے لئے دایم و قایم رہیگی اور زمان و مکان کی پابند نہ ہوگی اسوقت اس کی کیا حالت ہوگی۔

اس علم کے آنکھون سے پردے اُٹھ جاتے ہین اور وہ مصنوعی عینک جس سے ہم پہلے عالم کو دیکھا کرتے تھے خود بخود گر پڑتی ہے اور تمام عالم کے حیرت خیز اسرار ہم پر عیان ہوجاتے ہین اور روح کیا چیز ہے یہ معلوم ہوجاتا ہے۔

یہ اسرار چند سفلی ارواح اور سرکش فرشتون کے قبضہ مین ہین اور کچھ پاک ارواح اور اچھے فرشتہ بھی ان اسرار سے آگاہ ہین۔ مگر ان کو حکم نہین کہ یہ راز کسی کو بتائین۔ سوا ان لوگون کے جو خود مشقت شاقہ اور ہمت مردانہ

سے کل تکالیف کی برداشت کر لیتے ہین اور اُن وحشت انگیز حادثات اور ہولناک صورتون سے جو سفلی ارواح انہیں شروع شروع مین دکھاتے ہین نہین ڈرتے اور آخر علم روحانی کو اپنی ذاتی کوشش سے حاصل کر لیتے ہین۔

علم روحانی سفلی وہ علم ہے جس کے حاصل کرنے سے ان فرشتون پر جنہون نے نافرمانی اور سرکشی کر کے آپ کو اور فرشتون سے جدا کیا اور ابلیس کا ساتھہ دیا۔ اور اوسکے ساتھہ بہشت سے نکالے گئے اور اس دنیا مین بود و باش اختیار کی۔ اِن پر سیکھنے والے کو قدرت حاصل ہو جاتی ہے اور یہ ارواح اس علم کے سیکھنے والون کے مطیع ہو جاتے ہین۔ اور اونکا حکم بجا لانے پر مجبور ہو جاتے ہین اور اونکے موکل بن جاتے ہین۔

یہ نافرمان ارواح ابلیس علیہ اللعن کی بدولت دنیا پر اور آدمیون پر ایک ایک حد تک حاوی ہو گئے ہین اور بہت سے اسرار الٰہی آیندہ اور گزشتہ کے حالات سے واقف ہین جسکی وجہ سے علم روحانی سفلی کے سیکھنے والے اُنکو اپنا تابع کرنیکی کوشش کرتے ہین اور اون سے اِن اسرار کو دریافت کر لیتے ہین جو معمولی آدمیونکے لئے ممکن نہین۔

علم روحانی کا مقصد یہ ہے کہ روح کی زندگی اور روح کا مقصد اور روح کی
شناخت سکھائے اور اس علم کے سیکھنے والے کو آئندہ کے لئے کل حالات
اور گزشتہ کے کل واقعات اور تمام اسرار حقیقت موجودات اور کل اسرار قبل از
ابتدائے موجودات و انسان و حیوان اور کل اسرار بعد از فنائے دنیا و مافیہا سب
اس پر آشکارا کردے اور یہ اہم مسئلہ زندگی و موت کا جسکو کوئی بشر نہین جانتا اسکو
بتادے اور پردے حجاب کے اسکی آنکھ سے اٹھادے اور روح کا مشاہدہ
اسکے لئے اپنی موجودہ حالت مین یعنی ساتھ جسمانیت کے بھی آسان
ہوجائے۔

بعض اسرار انھین سرکش فرشتون سے حاصل ہوتے ہین اس لئے
یہ حصہ علم روحانی کا علم سفلی کہلاتا ہے۔ یہ ارواح دنیا کو اپنی ملک سمجھتے ہین اور
اونکی یہ آرزو ہے اگرچہ وہ اس آرزو مین کبھی پوری طرح کامیاب نہ ہونگے
کہ انسان کو اپنا تابع فرمان بنائین اور ان سے روح کے اعلیٰ مراتب اور عمدہ
زندگی کو چھپائین۔ اسلئے یہ ارواح جب کوئی شخص علم روحانی سیکھنے کی ہمت
کرتا ہے تو اسکی ہمت کو توڑنے کی کوشش کرتے ہین اور وحشتناک صورتون مین
ظاہر ہوکر طرح طرح سے ڈرواتے ہین۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ علم روحانی

انہین کے قبضہ مین رہے اور انسان اس سے ہرگز مطلع اور بہرہ مند نہ ہونے پائے۔ اسلئے کہ جب کوئی شخص یہ علم سیکھتا ہے تو وہ ان ارواح پر قابض ہوجاتا ہے اور یہ عوض اس کے کہ خود ان کے قبضہ مین ہو انکو اپنا مطیع وتابع کرلیتا ہے۔

یہ علم قدیم زمانہ مین چند علما اور پیغمبرون کو آتا تھا مگر ان کو یہ مجاز نہ تھا کہ کسی پر ظاہر کرسکین اگرچہ یہ علم اشد ضروری اور بہت کارآمد ہے لیکن ہر شخص کو ذات خود سیکھے اور مشقت اٹھائے بغیر نہین آسکتا۔ ایک دوسرے کے لئے کوئی اس علم کو آسان نہین کرسکتا نہ اوسکے راز کو کوئی کسی سے بیان کرسکتا ہے صرف ہر شخص اپنے علم سے آپ ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

صرف ایک ہی شخص دنیا کی تاریخ مین ایسا گزرا ہے جسکو بوجہ اس قدرت نامہ کے جو اسکو انسان حیوان چڑیا چیونٹی۔ اور کل موجودات اور کل ارواح پوشیدہ پر حاصل تھین۔ ان اسرار مین سے چند باتون کا اعلان کرسکا اور یہ متبرک شخص حضرت سلیمان ابن داوٗد علیہ السلام تھے۔ جو نہ صرف پیغمبر ہی تھے بلکہ تمام انس وجن کے بادشاہی کا درجہ رکھتے تھے اور اونکی قدرت ان نافرمان اور سرکش ارواح پر بے انتہا تھی اور انکو بھی ان اسرار کے اعلان کا حکم صرف

اس طرح پر دیا گیا تہا کہ وہ دو کتابین اس علم مین لکھدین مگر زبانی سکہانے کی اجازت ان کو بہی نہ تھی - یہ دونو کتابین جنمین ایک کل گزشتہ حالات اور دوسری کل آئندہ حالات پر لکھی گئی تہین انکے ذریعہ سے ممکن تہا کہ علمار خود پڑہکر علم روحانی کے ماہر بن جاتے اور رفتہ رفتہ عوام الناس بہی سیکہہ سکتے مگر جس وقت حضرت سلیمان اس کتاب کی دوسری جلد لکہہ رہے تھے اور ہنوز دوسری جلد کا اخیر باب ختم نہ ہوا تہا کہ ان کو پیغام اجل آگیا اور جسوقت وہ حالتِ نزع مین تہے اور اونکے پلنگ کے گرد تیمارداروں اور رفیقون کا مجمع تہا اور اونکی روح جسم سے پرواز کرنے ہی کو تہی کہ اُن سرکش اور نافرمان ارواح کے سردارون نے آنکر قبل اسکے کہ کوئی اونکو روک سکے وہ دونو کتابین اڑالین اور اب وہ انکو بڑی حفاظت اور پہرے چوکی مین رکہتے ہین - تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی انسان اُنتک پہونچ جاے اور انکو پڑہ لے اور انکے رازون سے واقف ہوجاے -

اب جو شخص علم روحانی سیکہتا ہے اسکا ارادہ یہی ہوتا ہے کہ اُن کتابون تک پہنچ جاے اور اونکو پڑہکر اپنا مطلب حاصل کر لے - مگر آجتک کتنے لوگون نے وہ کتابین دیکہی یا پڑہی ہین کسی کو نہین معلوم اور کوئی نہین کہہ سکتا ہے کہ انہین کیا لکہا ہے اسلئے کہ اگر کوئی شخص اس درجہ تک پہنچ گیا ہو اور اوسنے

یہ کتابین دیکھہ لی ہون اور اون کے مضمون سے واقف بہی ہو گیا ہو پہر بہی وہ کسی سے کہہ نہین سکتا نہ کسی پر یہ راز ظاہر ہو سکتا ہے۔

اور میرا اب یہی قصد ہے اور مین اسی کی تلاش مین ہون کہ ان ارواح کے ذریعے سے جو ان کتابون کے پہرہ پر ہین اور جنکی حفاظت اور نگرانی مین یہ کتابین ہین ان پر بذریعہ علم کے قابض ہو کر ان کتابون کا مطالعہ کرون اور انہین بچشم خود دیکھون اور جب مجھے علم سفلی اور روحانی کے ذریعہ سے یہ تسلط ان ارواح پر حاصل ہو جاوے اور ان سے پیغام سلام مین کر سکون۔ تب مین علم علوی روحانی کی طرف توجہ کر کے علویات اور روحانیات کے عالی مقاصد و مراتب تک پہنچ جاؤن۔

مین نے جو کچھہ شیخ حسن نے بیان کیا تہا بغور سُنا پہر مین نے پوچہا کہ یہ علم روحانی کیا کوئی شخص کسی دوسرے کو نہین سکہا سکتا ہے۔

شیخ حسن نے جواب دیا نہین ہرگز نہین یہ قوت تمام عمر اس مین صرف کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور صرف معدودے چند کے حصہ مین آئی ہے اور سوا ان کے کوئی اس درجہ کو نہین پہنچ سکتا۔

جس شخص کو قضا و قدر نے اس کام کے لایق بنایا ہو اور اوسکا طبعی

میلان اس طرف ہوا وسکو چاہیئے کہ تمام اپنے دل ودماغ وجسم وروح کو اس
کام کے واسطے وقف کردے اور سوا اسکے حاصل کرنے کی آرزو کے اور
ہمیشہ اسی خیال مین رہنے کے کوئی دوسرا خیال اسکے دل مین ہرگز جگہہ نکرنے
پائے اور سالہا سال کی محنت ومشقت اور صوم وصلوٰۃ کی پابندی اور ترک دنیا
اور گوشہ نشینی اور کل خیالات کا اسی ایک مرکز پر رجوع کرنا اور دوسرے خیالات
سے دل کو پاک کرنا اور اس خاکی جسم کو بھول جانا اور ہر طرح پر نفس کشی کرنا اور یاد
آلہی مین آٹھہ پہر ڈوبی رہنا اور ہر وقت اسی کی تسبیح وتقدیس کرتے رہنا اور انتہائے
خواہش اور آرزو وشوق کو اس امر کے حاصل کرنے مین صرف کرنا اور اپنے
وجود کو فراموش کرکے اسی فکر مین ہر لحظہ مستغرق رہنا ایک دو دن نہین بلکہ سالہا
سال رات دن اسی مین کاٹنا اور اسوقت بھی اگر حکم خدا ہوا اور قضا وقدر نے اس
شخص کو اس کام کے لایق بنایا ہو تو اسماے اعظم مین سے ایک اسم اس پر
ظاہر ہوتا ہے۔ نہ لکھکر۔ نہ آواز سے پکار کر بلکہ اس کی روح پر اس اسم کی
تجلی ہو جاتی ہے جسکی برکت سے اس کو وہ قوت روحانی عنایت کیجاتی
ہے اور اس اسم کے آجانے سے پردے حجاب کے اسکی آنکھون سے
اُٹھہ جاتے ہین۔

دنیا مین جن ارواح نے بود و باش اختیار کی ہے جنکا ذکر مین پہلے
کر چکا ہون وہ گیارہ فرقے مین ہین جنمین سے نواونؔ درجہ کے ہین اور دو
یعنی دسوان اور گیارہوان فرقہ وہ ہے جن مین سرگروہ اور سرداران فرقون کے
ہین - دسوین گروہ کے سردار کا نام مَاریش ہے اور گیارہوین فرقہ کے سردار
کا نام شان ہوریش ہے - یہ دونون اسرار نہانی سے واقف ہین جن کے دریافت
کرنے کی مجھے خواہش ہے - ماریش کے پاس گزشتہ کل حالات کا خزانہ
موجود ہے اور شان ہُوریش کے پاس آیندہ کل واقعات کا مخزن ہے -
اورانہی دونو کی حفاظت مین کتابین حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہین جنمین
سے ایک مین گزشتہ کا حال ہے - اور دوسری مین کل آیندہ کا
حال -

ماریش اور شان ہُوریش تک پہونچنے کے لئے ضرور ہے کہ سب سے
اسفل درجہ کے فرقہ سے شروع کیا جاے اور فرقہ بفرقہ پہنچتے پہنچتے نوین فرقہ
تک پہنچ جائین اور جب نوین فرقے تک آدمی پہنچ گیا پھر دسوین اور گیارہوین
فرقہ سے خواہ علیحدہ علیحدہ خواہ ساتھہ ہی ساتھہ مشاہدہ اور مکالمہ ممکن ہے -

ان سرکش فرشتون مین سے جو خدا کے حکم سے عرش سے نکالے

گئے اور زمین پر بود و باش کرنے لگے۔ سب سے اعلیٰ درجہ کے یہی دو فرقے ہین جن سے آدمی علم روحانی کے زور سے مل سکتا ہے اور گفتگو کر سکتا ہے انکا حاکم یعنی ابلیس اب کبھی کسی کو نظر نہین آتا اگلے زمانہ مین البتہ بعض پیغمبرونکو نظر آیا تہا۔ جن کو بہکانے کی اس نے کوشش کی تھی۔

یہ سب ارواح موکل ظلمات کے ہین اسلئے رات ہی کے وقت ظاہر ہونا پسند کرتے ہین۔ اسکا سبب ایک یہی ہے کہ رات کے وقت انسان کو ہر چیز سے زیادہ تر وحشت ہوتی ہے اور ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے ہم لوگون کو ایسے عمل رات ہی کو پڑہنا پڑتے ہین اور ایسے مقام پر جو بستی سے دور ہو اسلئے کہ کسی قسم کی آواز یا مداخلت عمل کو باطل کرتی ہے اور موکل غائب ہو جاتے ہین اور پہر کسی طرح نہین آتے اور اُس رات کے لئے پھر کوئی عمل بکار آمد نہین ہوتا۔ مین نے اس شہر مین اسی غرض سے اور بہی بود و باش اختیار کی ہے کہ یہان سے تین گہنٹہ کے راستہ پر ایک ٹیکری ہے جو تل قصر سلیمان نبی کہلاتی ہے اور یہین پر کسی زمانہ مین حضرت سلیمان کا قصر تہا۔ اور ممکن ہے کہ جو کتابین حضرت سلیمان نے لکھی تہین۔ اور جنکو مین دیکھنا چاہتا ہون۔ اسی کہنڈر کے نیچے رکھی جاتی ہون۔

آجتک مین کل نو فرقون سے اِن موکلون کے مل چکا ہون - اب
ماریش وشان ہوریش سے مجسے ملاقات ہو گی اور مین اسم اعظم کی برکت سے
جو مجہپر جلی ہوا ہے ان دونو کو اپنے سامنے بلا سکون گا اور اِن کے ذریعے
حضرت سلیمان کی کتابون کو دیکہونگا - اگر آپ اس عمل کے وقت حاضر رہنا
چاہتے ہین تو آپ بہی انکو دیکہہ سکین گے مگر مجہہ مین اور اونمین جو باتین ہون گی
اُن کو آپ نہ سُن سکین گے نہ سمجہہ سکین گے اور یہ بہی یاد رکہئے کہ یہ موکل بڑی
وقتون سے آتے ہین اور حتی الامکان طرح طرح کی وحشتناک آوازون اور
ہولناک صورتون سے ڈرا کر عمل کو باطل کرنے کی کوشش کرتے ہین کبہی
کسی مہیب شکل مین سامنے آتے ہین - کبہی فرشتۂ نور بنکر نکلتے ہین - کبہی کسی
مقدس آدمی کے بہیس مین آتے ہین کبہی کسی دوست یا عزیز یا مان باپ
یا چہوٹے بچہ کی شکل بنکر اپنے تئین اس طرح ظاہر کرتے ہین کہ گویا پیارا بچہ یا عزیز
یا بوڑہے مان باپ کسی مصیبت مین ہین اور آپ سے مدد چاہتے ہین یا خوشی
مین ہین اور آپ کی خوشی چاہتے ہین - آدمی کو ان نظارون سے ایسا بیتاب
کر دیتے ہین کہ بے ساختہ وہ چلا اٹہتا ہے اور اس رات کے لئے وہ تمام
محنت اور عمل بیکار ہو جاتا ہے - اسی وجہ سے ضرور ہے کہ جو آدمی یہ عمل

سیکھنا چاہئے اسکو اپنے نفس پر کامل قدرت حاصل ہوجاے۔ جیسے مجھے ہوگئی ہے۔ دنیا و مافیہا کو بالکل فراموش کردے کوئی جذبہ محبت کا یا کوئی کھٹکا ڈر اور وحشت کا اسکے دل مین باقی نرہے نہ کسی چیز سے اسکو تعجب ہو نہ وہ کسی دردناک واقعہ کو دیکھکر بیتاب ہوجائے۔ دوستون اور عزیزون کی محبت مروت شفقت سب کو بالاے طاق رکھدے اور دل و دماغ پر پوری قوت حاصل کرلے۔

مین آپ کو نصیحت کرتا ہون کہ آپ پھر اس قوت کے تکمیل کی کوشش مین رہئے۔ جبتک کہ میرے عمل کرنے کا دن آپہونچے۔ اسلئے کہ اگر آپ اس درجہ تک اپنے اوپر قابو نہ حاصل کرلین تو آپ کی شرکت ضرر رسان ہوگی۔ اور دوسرے خدا جانے خود آپ کے لئے کس قدر خوفناک ثابت ہو۔ اسلئے مین آپ کی منت کرتا ہون کہ جبتک آپ اپنے تئین پوری طور سے مستعد نہ پائین۔ ہرگز میرا ساتھ دینے کا قصد نہ کرین۔

مین نے کہا آپ اطمینان رکھئے ایسا ہی ہوگا مگر اتنا مین اور دریافت کرنا چاہتا ہون کہ آیا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مردونکی ارواح کو کوئی بلا سکے اور اونکے عزیزون اور دوستون کو دکھا سکے۔

شیخ حسن نے جواب دیا ہرگز نہین ایسا کبھی نہین ہوسکتا۔ ہان بیشک اگلے زمانے مین بعض پیغمبرونکو یہ معجزہ حاصل تھا اور اونہون نے مردونکو زندہ کیا اور اونکی روح کو بلوالیا مگر اب یہ ممکن نہین۔ اسلیئے کہ مردون کی ارواح کا مسکن ہی جدا ہے جس سے اس دنیا کو کوئی تعلق نہین۔ وہ ایسی جگہ ہین جہان انہین اعلیٰ مراتب پر پہنچے اور روحانی زندگی بسر کرنے کے قابل بننے کی تعلیم ہو رہی ہے۔ جن لوگون نے دنیا مین نیک کام کیئے اور اپنی زندگی کو پاکبازی اور نیک نیتی سے بسر کیا۔ ایسے لوگ خدا کے قریب ہین اور قریب تر ہوتے جاتے ہین۔ اور انہین کی شان مین آیا ہے

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي۔

یہ پاک اور بے گناہ لوگ بڑے خوش نصیب ہین۔ اور ہمیشہ کی نورانی زندگی کے نور سے منور ہین اور انکے خاکی اجسام بھی روحانی پرتو کے اثر سے پاک ہوکر اپنی ارواح کے ساتھ پھر ملکر زندگی بسر کرینگے اور اپنے اپنے عزیز اور پیارون سے ملکر رہین گے۔

هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ لَهُمْ فِيهَا

فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَايَدَّعُوْنَ

جس زندگی کی بشارت قرآن مجید مین استعارہ اور تشبیہ سے دیگئی ہے عرب کے لوگ مرغزار اور سبزی اور نہرونکو نعمت عظمیٰ سمجھتے تھے۔ اس لئے انکو بہشت کی تعریف سمجھانیکے لئے قرآن مین بھی یہی الفاظ استعمال کئے گئے ہین۔

پھر شیخ حسن نے کہا مین عمل کے وقت کے انتظار مین رہونگا اور کہین نہ جاؤنگا اور نہ کسی سے ملونگا سوا تمہارے۔ اگر تمہارا جی چاہے تو اس درمیان مین بھی آسکتے ہو۔

مین نے ایک دفعہ اس مدت مین اثنار ملاقات مین ان سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ کے چہرہ سے آثار رنج وغم کے ہمیشہ پائے جاتے ہین آیا آپ کے رنج وغم کا دور کرنا میرے امکان مین ہے۔ یا مین آپ کی کسی قسم کی مدد کرسکتا ہون۔ اگر ایسا ہے تو براہ کرم مجھسے فرمایئے تاکہ مین حق دوستی ادا کرون۔ اور جو کچھ مجھسے ہو سکے اور جہانتک مجھسے ممکن ہو آپ کا غم غلط کرنیمین سعی کرون۔ شیخ حسن یہ سنکر خاموش ہو گئے انکے چہرہ پر آثار رنج وغم زیادہ ہو گئے اب تو مین پاؤن پر گر پڑا اور مین نے کہا بھائی خدا کے لئے اپنے غم کی داستان

مجھے سناؤ۔ اگر مین کچھ نہ کرسکونگا تو اتنا ضرور ہو گا کہ کسی دوسرے سے اپنا حال بیان کرنے سے تمہارے دل کو کسی قدر تسلی ہو جائے گی۔

اس وقت شیخ حسن نے کہا کہ بھائی کیا پوچھتے ہو میرے غم کی داستان قابلِ بیان نہین اگر آپ سننا چاہتے ہین تو خیر مین کہہ سناتا ہون یہ کہکر انہون نے اپنا حال بیان کرنا شروع کیا۔ اور مین ہمہ تن گوش ہوکر سننے لگا۔

## پانچوان باب

### رشیدہ

شیخ حسن نے بیان کیا کہ مین افریقہ کے شہر ٹونس مین ایک چھوٹی سی بستی ولید جو قیروان شریف سے تھوڑی دور پر ہے پیدا ہوا تھا۔ مین اپنے مان باپ کا اکلوتا تھا میرے لاڈ اور پیار ہوتے تھے۔ مین بہت ناز و نعم مین پرورش پاتا تھا۔ میرے والد مسجد سے متصل جو درس گاہ تھی اسکے معلم تھے نہایت عالم اور فاضل آدمی تھے انہون نے مختلف اور مشہور اسلامی

دار العلوم مین جو اوس زمانہ مین قایم تھے تعلیم پائی تھی خصوصاً جامع ازہر جو مصر کے شہر قاہرہ مین بڑا مشہور دار العلوم تھا۔ اور جسے بہشت کہتے تھے میرے والد نے بہت سی تفسیرین اور شرحین احادیث پر لکھین تھین۔ دار العلوم ازہر کے مدرین اور معتقدین نے میرے والد کو اپنے کالج کا پروفیسر بنانا چاہا مگر اونھون نے انکار کیا اور کہا مجھے مال و دولت نام و نمود کی طمع نہین ہین اپنے وطن واپس جاؤنگا اور وہین کی درس گاہ مین پڑہاؤنگا۔

ہمارا گھر ایک چھوٹا سا مکان تھا شہر کے باہر اور اسکے گرد ایک باغ بھی تھا۔ میرے والد کو باغبانی کا بڑا شوق تہا اور یہی ایک چیز تھی جس سے وہ کام کے بعد اپنا دل بہلایا کرتے۔ میرے والد بڑے پرہیزگار آدمی تھے۔ کوئی نشہ نہ پیتے حتیٰ کہ حقہ یا چرٹ یا کافی تک استعمال نہ کرتے تھے اور شرع کے بڑے پابند تھے ان کی بڑی آرزو یہ تھی کہ مجھے اعلیٰ درجہ کی تعلیم دین اسلئے کہ وہ چاہتے تھے کہ ان کے بعد مین اُس درس گاہ کا معلم ہون جیسے کہ وہ اپنے والد کے بعد اونکی جگہہ ہوئے تے

میرے والد چونکہ نہایت نرمی اور مہربانی سے مجھے پڑہاتے تھے۔ اسلئے میرا شوق بہی بڑہتا گیا خوب دل لگا کے مین پڑہا کرتا تھا اور ہر وقت

کتاب کی دُھن مین رہتا۔ ہر روز سوا جمعہ کے دوپہر تک تو میرے والد کالیج مین لکچر دینے مین مشغول رہتے اور بعد دوپہر کے مجھے سبق دیتے جب میری عمر سات سال کی ہوئی تو مین بہی کالیج مین جاکران کے لکچر سُن نے اور سمجہنے لگا۔

میرے والد بڑے فقیہہ تھے اور ہر روز جب باغ مین کام کرتے تو ایک نہ ایک حدیث مجہہ سے بیان کرتے تھے۔ اس طرح پر بہت سی حدیثین مجہے یاد ہو گئین۔

جب مین اٹھارہ برس کا ہوا تو میری ماں نے مجہسے فرمایا کہ مین شادی کرلون۔ مگر مین نے انکار کیا اور میرے والد نے بہی میری راے کو پسند کیا اور کہا کہ ابہی دو چار برس اور تحصیل علم مین صرف کرنا اور عیال داری کے جھگڑون سے الگ رہنا مناسب ہوگا۔

میرے والد غریب آدمی تھے صرف کالیج کی تنخواہ اور کچہہ آمدنی ایک چھوٹی سی جائداد سے آتی تہی۔ اسی پر انکی بسر اوقات تہی۔ اگرچہ یہ آمدنی ہمارے اخراجات کے لئے کافی تہی۔ مگر اس مین سے کچہہ پس انداز کرنا ممکن نہ تہا۔

میری والدہ البتہ ایک امیر گھرانے کی بیٹی تھین۔ اِن کے دو بہائی تھے بڑے بہائی تو ٹونس مین ایک متمول تاجر تھے اور دوسرے بھائی بھی امیر آدمی تھے۔ اِن کی بڑی جائداد تھی یہ ہمارے گھر سے گھنٹہ دو گھنٹہ کے راستہ پر رہتے تھے۔

میرے ماموں یوسف جو ٹونس مین تاجر تھے اِن کے حال سے مین بالکل ناواقف تھا اسلیے کہ اپنی عمر بہر مین صرف ایک دفعہ ان کے گہر گیا تہا اور اونکو دیکہا تہا وہ کبھی ہمارے شہر مین نہ آئے تھے۔ اِس لئے کہ اِن کو کام بہت تہا اور فرصت آنے جانیکی نہ ملتی تھی۔

مگر میرے دوسرے ماموں عمر جو صاحبِ جائداد تھے اُن سے مجھسے اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ ان کے دو بیٹے تھے مصطفےٰ جو مجھ سے دو تین برس بڑے تھے۔ اور علی جو میرے ہم عمر تھے انکی تعلیم بالکل نہ ہوئی تھی۔ جب ان کے والد کو انکی تعلیم کا خیال آیا تو ہمارے والد کے پاس دونو کو بہیجنے لگے ہر روز تیسرے پھر کیوقت مصطفےٰ اور علی ملکر ہمارے گھر آتے اور میرے والد ایک گھنٹہ ان کو سبق دیتے اور مین بھی انکو پڑہایا کرتا۔

مجھے مصطفےٰ بہت پسند تھا وہ بڑا نیکبخت اور خوش مزاج معلوم ہوتا تہا

تھوڑے سے ہی دنون مین مجھسے اور مصطفے سے بڑی دوستی ہوگئی اور مین اسکو اپنے حقیقی بھائی کیطرح چاہنے لگا۔ مصطفے اسبق مین بھی جی لگاتا اور محنت کرتا مگر غبی ہونے کی وجہ سے اس نے زیادہ ترقی نہ کی۔

علی بہت ذہین تھا جب دل مین آتا تو سبق خوب یاد کرلیتا مگر بڑا بدشوق تھا پڑھنے کی طرف توجہ نکرتا - بازار بازار پھرا کرتا - اور ہمیشہ کہا کرتا کہ مین تاجر آدمی ہون مجھے علم سے کیا کام - مجھے کبھی اسکے ساتھہ کوئی انس اور دوستی نہ پیدا ہوئی بلکہ معلوم نہین کیا وجہ تھی کہ مجھے آپ ہی آپ اس سے نفرت معلوم ہوتی تھی - اگرچہ روز اس سے ملاقات ہوتی رہتی تھی تاہم کبھی مین نے دل کھولکر اس سے بات نہ کی - یہ ایک عجیب بات ہے کہ ایک شخص کو دوسرے شخص کے ساتھہ یا کسی چیز کے ساتھہ نفرت پیدا ہو جاتی ہے اسکی کوئی وجہ دیکھنے مین نہین معلوم ہوتی - علی کے ساتھہ میری یہی حالت تھی اور برعکس اسکے مصطفے سے بڑا میل تھا اور ہم دونوںکی خوب بنتی تھی

جب مین انیس برس کا ہوا تو ہمارے شہر مین ایک نیا قاضی مقرر کیا گیا - یہ قاضی طرابلس کا رہنے والا تھا مگر بہت دنون سے ٹونس مین رہا کرتا تھا اسکے ایک ہی بیٹی تھی اور اسکی خواہش یہ تھی کہ اس لڑکی کو عمدہ تعلیم دے -

معمولی دستور کے موافق صرف قرآن اور نماز سکہا کے نہ چہوڑ دے بلکہ فقہ ادب فلسفہ اور حدیث سب کچھہ اسکو پڑہائے - لڑکی خود بہی بڑی ذہین اور شوقین تہی - اس نے اُسے بہت جلد جلد پڑہ لیا اور تعلیم کے اعلیٰ مدارج پر پہنچنے کی شایق نکلی -

قاضی صاحب نے میرے والد سے خواہش کی کہ اسکو پڑہایا کرین - خصوصاً عربی صرف نحو قرآن و حدیث کی تعلیم دین - میرے والد نے منظور کیا مگر اِن کو کام بہت تہا اور فرصت کم ملتی تہی اس لئے یہ کام میرے تفویض کیا گیا - زیادہ اس خیال سے کہ لڑکی مجھسے کم شرمائے گی اور مین زیادہ وقت اسکے پڑہانے مین صرف کر سکونگا -

اُسوقت یہ کام میرے تفویض کیا جانا مجھے بڑا شاق گزرا - مین نے خیال کیا کہ میرے والد نے میری لیاقت کو کم جانکر ایک لڑکی کو پڑہانے کا کام میرے سپرد کیا - حالانکہ اس زمانے مین میری لیاقت اسقدر تہی کہ مین اپنے والد کی مددگاری کا کام کالیج مین بخوبی انجام دیتا تہا - مین اپنے والد کے حکم سے مجبور ہوا اور قاضی صاحب کی بیٹی کو پڑہانے لگا -

قاضی صاحب کی بیٹی کا نام رشیدہ تہا - جسوقت میرے پاس یہ لڑکی

پڑہنے آئی اسوقت اسکا سِن بارہ برس کا تہا اور بہت خوبصورت تہی روز دوپہر کو آتی تہی - اور مین جب اپنے والد کے لکچر سے واپس آتا تو اسکو پڑہاتا - اسوقت مین اسکو صرف لکہنا پڑہنا آتا تہا مگر اس نے بہت جلد جلد ترقی کی ذہن کے ساتہہ شوق بہی تہا اور محنت بہی کرتی تہی اور اس پر حافظہ بہی بلا کا رکہتی تہی تہوڑے دنون مین اسس نے ایسی ترقی کی کہ مجہے اپنے شاگرد سے شرمانے کا موقع نہ رہا - اسی طرح تین برس گزر گئے - اور رشیدہ اب جوان ہوگئی اور اسکا حسن روزافزون ترقی کرتا گیا - اسکے آداب و اطوار اور رفتار و گفتار سے معلوم ہوتا تہا کہ گہر مین بہی اسکی تعلیم کی طرف بہت توجہ کیجاتی ہے -

میرے دونو بہائی مصطفےٰ اور علی بہی روز آیا کرتے تہے مصطفےٰ تو ہمارے سبق کے وقت - یعنی جسوقت مین رشیدہ کو پڑہاتا تہا - بیٹہکر گہنٹون سنا کرتا تہا - اور کہتا تہا مین اسلیئے سنتا ہون کہ مجہہ فائدہ ہو مین بہی کچہہ سیکہہ لون - مگر علی صرف رشیدہ کو دیکہنے آیا کرتا تہا اگرچہ وہ ہمیشہ رشیدہ کے ساتہہ بہت شایستہ برتاؤ کرتا مگر تاہم اسکے طریقہ سے ظاہر ہوتا تہا کہ رشیدہ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتا ہے - اور اکثر پہول وغیرہ کے گلدستے اسکو لا کر دیتا اور کہتا یہ پہول مین نے خاص تمہارے لیئے لگائے تہے -

گر قبول افتد زہے عز و شرف - اور اسیطرح کی گفتگو سے اسکا دلی منشا ظاہر ہوتا - مگر وہ سمجھتا تھا کہ مین اسکے اور رشیدہ کے درمیان مین حائل ہون اور میرے سبب سے رشیدہ اسکی طرف توجہ نہین کرتی ہے اور درحقیقت رشیدہ کبھی اسکی باتون کا جواب نہ دیتی نہ اسکی توجہ سے خوش ہوتی -

ایک دن رشیدہ نے مجھسے کہا کہ میرے والد کہتے ہین کہ مین اس ہفتہ کے آخر تک سبق لیکر آگے پڑہنا موقوف کرون اس لئے کہ اب مین بڑی ہو گئی ہون اور مجھے غیر مردون کے سامنے نہ آنا چاہیئے اگر اسکے بعد پڑہون گی تو پردے کی آڑ مین پڑہا کرونگی -

مجھے یہ سُنکر بہت رنج ہوا مگر مین نے یہ خیال کیا کہ یہ واجبی امر ہے اور شرع کے مطابق اسلئے کہ ہم لوگون مین سوا عزیز قریب کے عورتونکو غیر مرد کے سامنے بغیر برقع کے آنا جائز نہین -

رشیدہ نے اس اخیر سال مین پڑہنے مین بہت ترقی کی تھی اور اسکی سادگی بھولاپن نزاکت نفاست اور اسپر اس خداداد حسن نے میرے دل کو گرویدہ کر لیا اور مجھے اپنا بندہ بے درم بنالیا مگر مجھے یہ امید نہ تھی کہ رشیدہ کبھی میری بی بی بن سکے گی - اسلئے کہ اسکا باپ بڑا امیر آدمی تھا اور مجھے

یقین تہا کہ وہ کسی امیرزادہ کو اپنی بیٹی دے گا۔ اور غالباً اُسکا مہر اتنا ٹہرے گا
کہ جو میرے امکان سے باہر ہوگا۔ روپیہ کمانے کی طرف کبھی میری توجہ
نہ تھی اس لئے کہ اپنے والد کی خواہش اور حکم کے مطابق مین نے علم صرف
اس خیال سے حاصل کیا تہا کہ مین بہی انکی طرح سے کالیج کا پروفیسر بنون اور
علم سے عزت حاصل کرون۔

اب ہفتہ تمام ہوگیا اور رشیدہ میرے پاس اپنے اخیر سبق کے لئے
آئی۔ اس دن کا حال مین کیا بیان کرون کہ مجہہ پر کیا گزری۔ مین دم بخود تہا
مُنہ سے بات نہ نکلتی تہی اور یہ معلوم ہوتا تہا کہ کلیجہ مُنہ کو چلا آتا ہے۔ رشیدہ بہی
بہت غمگین اور اداس تہی اسکی آنکہون مین آنسو ڈبڈبائے تھے اور جدائی کا خیال
ہم دونون کو بیتاب کئے تہا گو مجہے امید تہی کہ آیندہ بہی شاید قاضی صاحب
اپنی لڑکی کی تعلیم کی مجہسے خواہش کرین گے مگر مین یہ جانتا تہا کہ اب اگر پڑہایا بہی
توہم دونون کے درمیان پردہ حائل رہے گا اور مین اسکی پیاری صورت
دیکہنے کو ترسونگا۔

میرے دونون بہائیون مین سے آج کوئی بہی نہ تہا۔ موقع پاکر مین نے
رشیدہ سے اپنا دردِ دل ظاہر کیا۔ اور ایسی فصاحت وبلاغت کے ساتہہ جسکا

بلکہ عشق صادق ہی پیدا کر سکتا ہے ۔

مین نے رشیدہ سے کہا مین ایک غریب آدمی کا بیٹا ہون اور تمہارے باپ امیر آدمی ہین ممکن نہین کہ مجھ سے غریب کا پیغام وہ تمہارے لیئے قبول کرین اگر قبول کرین تو مہر اسقدر باندہین گے جس کا ادا کرنا میرے امکان سے باہر ہوگا - ہان اگر تم چاہو تو شاید کوئی صورت میری مراد برآنے کی پیدا ہو ۔

رشیدہ خاموش بیٹھی سُنا کی اسکے چہرے کی سرخی اور شرمائی ہوئی نیچی نیچی نگاہون سے ظاہر ہوتا تھا کہ جو کچھ مین نے کہا اسکو بُرا نہین معلوم ہوا بلکہ اس نے کہا کہ سوا تمہارے مین کبھی کسی سے شادی نہ کرونگی - تم کو چاہیئے میرے والد کو پیغام دو - اور وہ جب مجھسے پوچھین گے تو مین بھی منظور کرلونگی میرے والد نے مجھسے وعدہ کیا ہے کہ کسی کے پیغام کو بغیر میرے پوچھے قبول نہ کرینگے - اگرچہ ہمارے یہان کی رسم کے یہ خلاف ہے لیکن والد مجھسے انتہا درجہ کی محبت رکھتے ہین اور میری خاطر انکو عزیز ہے - اسلیئے یہ میرا کہنا انہون نے قبول کیا ہے اور مین سوا تمہارے کسیکو قبول نہ کرونگی - والد نے میری خواہش پر مجھے یہ بھی اجازت دی ہے کہ ابھی چھہ مہینے تک مین اور پڑھتی رہون - بہتر ہوگا کہ اس مدت تک تم کچھ نہ کہو اور بعد اسکے میرے والد کے

پاس اپنے والد کے ذریعہ سے پیغام بھجواؤ - انشاء اللہ تعالیٰ دیکھا جائیگا کیا ہوتا ہے - خدا پر بھروسہ کئے بیٹھے رہو وہی ہم دونو کی مدد کریگا -

مین دوسرے روز صبح کو اپنے والد کے ہمراہ کالیج کو جا رہا تھا کہ قاضی صاحب کے یہان سے آدمی آیا اور کہا کہ قاضی صاحب فرماتے ہین کہ کالیج سے واپس ہونے کے وقت تکلیف فرما کے میرے گھر ہوتے جائیے -

جب ہم لوگ قاضی صاحب کے گھر گئے تو اُنھون نے مجھہ سے کہا کہ تم نے میری بیٹی کو بہت اچھی طرح پڑہایا - اسکا مین بڑا شکرگزار ہون اور جبس سے تمہاری لیاقت بھی ثابت ہوتی ہے نہ صرف تم خود عالم ہو بلکہ دوسرون کے علم سکھانے مین بھی ماہر ہو - میری لڑکی چاہتی ہے کہ ابھی چہ مہینہ تک اور پڑہے اور میری بھی یہی مرضی ہے اگر تم تکلیف کرکے میرے گھر آن کر پردے کی اوٹ مین اسے پڑہادیا کرو تو مین بہت ممنون ہون گا - پھر میرے والد کی طرف دیکھکر کہنے لگے آپ کیا فرماتے ہین - اگر اپنے صاحبزادے کو میری لڑکی کو پڑہانے کی اجازت دین تو مین بہت ممنون احسان ہونگا -

میرے والد نے جواب دیا مین اور میرا لڑکا دونو آپکی خدمت مین حاضر ہین اور جو کام آپ فرمائیے بسر وچشم بجالا ئینگے -

اس پر قاضی صاحب نے میرے والد کو ایک تھیلی دی اسمین سو روپیہ کے قریب تھے۔ اور کہا آپ اسکو بطور تحفہ قبول کیجیئے۔ میری کیا مجال ہے کہ آپ کو کوئی عوض دے سکون یا تنخواہ دینے کی جرأت کردن یہ صرف ایک حقیر سا نذرانہ ہے قبول فرما کے مجھے ممنون کیجیے۔

قاضی صاحب بخیل مشہور تھے اور یہ انکی قدردانی سے ثابت بھی ہو گیا کہ تین برس کی پڑھائی کے عوض مین سو سے بھی کچھ کم روپیے میرے والد کو دئے۔ لیکن میرے لئے اسکی بھی ضرورت نہ تھی۔ رشیدہ کو پڑھانا فخر سمجھتا تھا اور اپنی خوش نصیبی جانتا تھا اسکی محبت میرے لئے کافی معاوضہ تھی۔

دوسرے ہفتہ کے شروع مین مین قاضی صاحب کے گھر حسب الحکم حاضر ہوا۔ ایک حبشی غلام نے مجھے ایک تخت پر بیٹھنے کو کہا۔ جو ایک اوٹ کے قریب رکھا ہوا تھا۔ اور کہنے لگا آپ یہان تشریف رکھئے صاحبزادی صاحبہ ابھی آتی ہین۔

تھوڑی دیر کے بعد اوٹ کے پیچھے سے رشیدہ نے ایک دلفریب لہجہ مین کہا۔ شیخ حسن مین موجود ہون۔ بسم اللہ کیجیے اور آج کا سبق امید اور توکل کے بیان مین پڑھائیے

پھر شیخ حسن نے مجھسے کہا آپ جانتے ہین کہ ہماری زبان استعارہ اور تشبیہہ سے بہری ہوئی ہے مہذب اور کتابی زبان اور عوام الناس کی طرز بیان مین بڑا فرق ہے اسلئے ہم لوگ اپنا مطلب بخوبی ادا کر سکتے تھے اور وہ حبشی جو وہان بیٹھایا جاتاتھا اسکی سمجھہ مین کچھہ نہ آتاتھا پہلے تو اسنے ہماری باتون کی طرف غور کیا اور کان لگائے مگر جب کچھہ سمجھہ مین نہ آیا تو چوکھٹ پر سر رکھہ کر سو رہا۔

اسوقت رشیدہ نے مجھہ سے کہا کہ آج جو یہ دو لفظ امید اور توکل کے مینے اپنے سبق پڑہنے کے لئے انتخاب کئے اس سے میرا یہ مطلب تھا کہ تمکو میری ثابت قدمی اور وفاداری کا حال معلوم ہو جائے۔

اس ہفتہ مین جو کچھہ یہان ہوا اسکی شاید آپکو خبر بہی نہوگی۔ آپنے دیکھا ہوگا کہ جب مین آپکے یہان سبق پڑہنے آیا کرتی تہی تو آپکے ماموں کے بیٹے علی میری بڑی تواضع اور خاطر کیا کرتے تہے اگرچہ مین انکا مطلب جب ہی سمجھہ گئی تہی۔ اس لئے مینے کبھی انکو مُنہ نہ لگایا۔ انہون نے بہت چاہا کہ مین بہی ارتباط بڑہاؤن مگر مین نے آپ جانتے ہین اس بات کو بہی جائز نہ رکھا دو تین دن ہوتے ہین انکے والد میرے والد کے پاس آئے اور شادی کا

پیغام لائے کہ جو کچہہ آپ مہربانہین مجھے منظور ہے میری آرزو ہے کہ میرے
دوسرے بیٹے علی کی شادی آپکی بیٹی سے ہو کیونکہ میرے یہی دونو بیٹے ہین اور
میری جائداد بہت ہے میرے بعد یہی دونو اسکے وارث ہونگے اور آپکی لڑکی
ہمیشہ آرام سے رہیگی۔ میرے والد نے کہا آپکا فرمانا میرے سرآنکھون پر
ہے مگر مین بغیر اپنی بیٹی سے پوچھے آپکو کوئی قطعی جواب نہین دے سکتا۔
پہر میرے والد نے مجھہ سے اسکا ذکر کیا مگر مین نے صاف انکار کیا اس پر
میرے والد نے کہا کہ بیٹیا یہ بات ایسی نہین ہے کہ آسانی سے ٹال دیجائے
تم سونچکر مجھے جواب دینا مین نے کہا باوا جان مجھے سوچنے کی حاجت نہین آپ
جتنی دفعہ پوچہینگے مین انکار ہی کرونگی اس سے بہتر یہ ہے کہ اگر آپکو میری خاطر
منظور ہے تو پہر دوبارا اسکا ذکر میرے سامنے نہ کیجئے گا۔
مجھے یقین ہے کہ علی یا مصطفےٰ تم سے یہ ذکر ضرور کرینگے اور خدا جانے اس
مین کیا حاشیہ لگائینگے اسلئے مین نے پہلے ہی سے کل حال تم سے کہدیا۔
علی کی حالت پر مجھے افسوس ہے اسلئے کہ مین نے سُنا ہے کہ میرے
فراق مین اسکی حالت بہت خراب ہے، سچ پوچھو تو مین علی کو مصطفےٰ سے بہت
زیادہ پسند کرتی ہون اگرچہ علی دیکھنے مین مصطفےٰ کا سا بانکپن نہین مگر طبیعت مین

اس سے کہین نیک ہے اگرچہ مین جانتی ہون کہ تم علی کو بُرا سمجھتے ہو مگر مجھے یقین ہے کہ علی اپنے بہائی سے کہین بہتر ہے - اگر مجھے کوئی انتخاب کرنے کو کہے تو مین دونو بہائیون مین سے علی ہی کو انتخاب کرونگی -

بیچاری رشیدہ کو کیا معلوم تہا کہ مصطفے کس قدر اچہا آدمی تہا اور یہ مصطفے کے حق مین محض بے انصافی کے کلمات مُنہ سے نکال رہی تہی - مین تو اُسوقت بہی مصطفے کو بہت اچہا سمجہتا تہا اور اب بہی اچہا سمجہتا ہون -

مین کچہہ اور کہنے ہی کو تہا کہ وہ حبشی غلام جاگ پڑا اور ہم لوگونکو پہر وہی صرف و نحو کے اصطلاحون مین گفتگو کرنا پڑا -

سبق کے بعد جب مین گہر آیا تو مصطفے کو وہین موجود پایا - سلام علیک کے بعد مصطفے نے کل حال علی کا رشیدہ کے لئے خواستگاری کرنے کا بیان کیا اور کہا کہ رشیدہ کے انکار سے علی کی بُری حالت ہے اور آپ سے باہر ہے اور گہر چہوڑ کر سوسا جانے والا ہے جہان اوسکی کچہہ بہائی بند ہمارے ہین علی کا ارادہ ہے انکے ساتہہ تجارت مین شامل ہو جائے پہلے ہی سے دو تین مہینے کے بعد اسکا سوسا جانے کا قصد تہا - مگر رشیدہ کے دل شکن انکار نے اسکو فوراً گہر چہوڑ کر چلے جانے پر آمادہ کر دیا اور دو تین روز کے بعد چلا جائیگا -

اسی شام کو علی خود بھی آیا اور مجھہ سے کہنے لگا مین تنہائی مین تم سے کچھہ کہنا چاہتا ہون - پہر مجھے ایک کونے مین لیجاکر کہنے لگا - کہ اگرچہ رشیدہ کے انکار نے میرا دل توڑ دیا مگر کیا چارہ ہے میری قسمت مین یہی تھا تقدیر کے آگے کسی کا زور نہین چل سکتا - مجھے یقین ہے کہ تمکو وہ پسند کرتی ہے اور تم سے شادی کرنے کو راضی ہو جائے گی مین تمہاری خدمت کو ہمیشہ حاضر ہون اور جہانتک مجھسے بن پڑے گا مین تمہاری مدد مین دریغ نہ کرونگا -

مجھے یقین ہوگیا کہ یہ علی کا کہنا محض طعن سے تھا اور جب وہ سلام کرکے رخصت ہوا تو مجھے کمال خوشی ہوئی -

اب چھہ مہینے کی مدت جسمین رشیدہ کو پڑہنے کی اجازت ملی تھی - تمام ہوگئی - رشیدہ نے کہا مجھ سے کہ بہتر ہوگا دو تین ہفتے صبر کرکے تم اپنے والد کو میرے والد کے پاس بھیجنا - مین نے بھی یہ بات مناسب سمجھی -

جب دو تین ہفتے ہو گئے تو ایک دن مین نے اپنی ماں سے کہا کہ آپنے بہت دن ہوئے مجھسے شادی کر لینے کو فرمایا تھا اُسوقت تو مین نے انکار کیا تھا مگر اب مین بخوشی راضی ہون -

میری ماں بہت خوش ہوئین اور کہنے لگین تمہارے والد بھی یہی چاہتے

ہین اور میری بھی یہی تمنا ہے کہ ہم لوگونکی زندگی مین تمہارا بیاہ ہو جائے اور تم ہمارے سامنے آباد ہو جاؤ - اب مین ٹونس جاکر تمہارے بڑے مامون کی لڑکیون مین جو لڑکی سب سے اچھی ہو گی تمہارے ساتھہ کرا ؤنگی -

مین نے کہا امان یہ نہین ہو سکتا مین شادی کرنے کو اس شرط سے راضی ہون کہ جس لڑکی کو مین کہون اس سے میری شادی ہو -

میری مان نے پوچہا وہ لڑکی کون ہے -

مین نے جواب دیا قاضی صاحب کی بیٹی رشیدہ کے سوا مین کسی سے شادی نہ کرونگا اگر آپ میری خوشی چاہتی ہین تو ہین میری شادی کا انتظام کروا دیجیے -

میری مان نے جب یہ سُنا تو بہت افسردہ ہوئین اور کہنے لگین - بہلا اے لڑکے کیا تیری عقل ماری گئی ہے - کہان قاضی کی لڑکی اور کہان تو - وہ خود امیر ہے امیر کو اپنی بیٹی دے گا ہم جیسے غریبون کو وہ کیون اپنی اکلوتی بیٹی دینے لگا اور پہر اسکے مہر کا بھرنا ہم سے کہان ممکن - شادی اپنے مامون کے گھر کر - ایک تو اپنے عزیز دوسرے وہ لینے کی جگہہ یہ بہت کچہہ تمہکو دے نکلین گے -

مین نے کہا امان اگر ایسا ہی ہے تو مین شادی سے درگزرا مین تو سوا رشیدہ

کے کسی سے شادی نہ کرونگا۔

شام کو جب والد گھر آئے تو میری ماں نے اِن سے ذکر کیا۔ انہون نے بھی یہی کہا۔ کہ قاضی صاحب امیر آدمی ہین ہمارے گھر مین اپنی بیٹی نہ دین گے مگر پھر بھی مین کل جاکر ان سے کہونگا لڑکے کا نصیب ہے اگر لڑ گیا تو اس سے کیا بہتر۔

دوسرے ہی روز صبح کے وقت میرے والد قاضی صاحب کے یہان گئے بعد سلام علیک کے والد نے کہا مین تو آپکے پاس ایک عرض لیکر آیا ہون اور ایک بہت بڑی چیز کا سوال کرنیوالا ہون۔

قاضی صاحب نے بہت خندہ پیشانی سے جواب دیا کہ فرمایئے وہ کیا ہے آپ کے لئے تو ہماری جان ومال سب حاضر ہے۔

اس پر والد کو کچھ امید سی ہوئی اور بہت التجا کے ساتھ کہا کہ آپ کی قدردانی سے مجھے جرات ہوتی ہے کہ مین اپنا مطلب صاف صاف بیان کردن۔ وہ یہ ہے کہ اگر آپ میرے لڑکے کو اپنی فرزندی مین قبول فرمادین تو عین عنایت ہوگی۔

قاضی صاحب نے کہا بھائی مین اپنی لڑکی کا مہر دس ہزار سے کم نہین باندھ سکتا

اور یہ رقم تم ادا نہ کر سکو گے اسلیئے مین تمہارے یہان کبھی نہین سکتا۔

جب والد گھر آئے اور کل واقعہ میری مان سے بیان کیا اور انہون نے مجھسے کہا۔ مجھپر بہت رنج و غم طاری ہوا۔ میرا کھانا پینا سب چھوٹ گیا۔ رات کی نیند اُڑ گئی۔ تھوڑے ہی دنون مین میری صورت چھ مہینہ کے بیمارون کی سی ہو گئی۔ اب میرے مان باپ بہت پریشان ہوئے اور والد دوبارا قاضی صاحب کے پاس گئے اور بڑی منت و سماجت کی اور کہا آپ جانتے ہین کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے اور اسکا یہ حال ہے کہ اب جان بلب ہے۔ براہ خدا میرے حال پر رحم کیجیئے اور اسکو اپنی فرزندی مین قبول کیجیئے۔

اسوقت قاضی صاحب نے جواب دیا اچھا مین سوچونگا اور اپنی لڑکی سے بھی پوچھونگا۔ اگر اسکی بھی مرضی ہوئی اور تم بھی جو مین نے مہر کی رقم مقرر کی تھی اس کے نصف پر راضی ہوئے تو مین شاید اس مسئلہ پر غور کرنے کے بعد راضی ہو جاؤنگا۔

اگرچہ اسقدر روپیہ بھی ہمارے لیئے بہت تھا لیکن میرے والد نے ہامی بھری اور کہا خدا رازق ہے کوئی تدبیر ہو ہی جائیگی۔

حب والد نے آنکر گھر مین یہ واقعہ بیان کیا تو میری مان نے کہا مین اپنے

بہائیون سے کہونگی وہ میری اعانت کرینگے۔

اسوقت تک اگرچہ مجہسے اور مصطفےٰ سے بڑی دوستی تہی مگر مین نے کوئی بات اپنے اور رشیدہ کے متعلق اس سے نہین بیان کی تہی جب مین یہ ذکر کرنے کا قصد کرتا تو شرم دامن گیر ہوتی اگرچہ اور سب باتین مین اپنی اس سے کہا کرتا اور مین اپنے حقیقی بہائیون کے برابر سمجہتا - اور وہ بہی مجہکو بہت چاہتا تہا - اور ہمیشہ ہر ایک بات مجہ سے کہہ دیا کرتا تہا -

اب مین نے شرم کو بالائے طاق رکہکر کل حال اپنا مصطفےٰ سے بیان کیا مصطفےٰ نے سنتے ہی بہت ہمدردی میرے ساتہہ ظاہر کی اور مجہے مبارکباد دی کہ ایک ایسی اچہی لڑکی میری بی بی بننے والی ہے اور کہا کہ روپیہ کی فکر نہ کرو مین اپنے والد سے کہونگا وہ یقینی تمہاری اعانت کرینگے اور خوش ہونگے کہ انکے بہانجے کو رشیدہ کی سی لایق بی بی ملنے والی ہے - مصطفےٰ کے کہنے سے میرے ماموں نے آدہی رقم مہر کی دیدی اور میری ماں سے کہا کہ مین پوری رقم دیدیتا مگر بہتر ہے کہ تم اپنے دوسرے بہائی کے پاس ٹونس جاؤ وہ یقیناً تمہاری اعانت کرین گے اور باقی رقم دیدین گے اور اگر انہون نے نہ دی تو مین وہ بہی دیدون گا -

اب تو میرے نصیب جاگ اُٹھے اور میری ماں ٹونس سے کامیاب
آئین میرے ماموں نے نہ صرف نصف رقم مہر کی دیدی بلکہ شادی کے خرچ
کے واسطے بہی روپیہ دیا اور میرے واسطے بہت سے کپڑے اور سازوسامان
بہیجا اور مجھے بہت دعا اور پیار کہلا بہیجا اور یہ بہی کہا کہ اگر مجھے اسقدر کام نہوتا تو مین
تمہاری شادی مین ضرور شریک ہوتا - میری ماں کے ٹونس سے واپس آنے
کے دوسرے دن میرے والد قاضی صاحب کے یہان گئے اور شادی کا دن
مقرر ہو گیا اب تو طرفین سے دھوم دہام شروع ہو گئی -

قاضی صاحب بڑے امیر تھے اور ایک ہی بیٹی - بڑی بڑی تیاریان کین
سب لوگونکی دعوت کی ناچ گانا طایفے بہانڈ وغیرہ دور دور سے بلائے میرے
والد نے بہی اپنے کل شاگردون اور کالیج والون کی دعوت کی اور مصطفےٰ نے
کل شادی کا انتظام ہماری طرف سے کیا اور مکان کو خوب آراستہ کیا اور دلہن
کے کمرے کو خوب سجا اور مہمان داری خوب اچہی طرح کی اور میرا ساتھی بنکر میرے
ساتہہ برات مین گیا - غرض ہر طرح سے مصطفےٰ نے میری خاطر کی اور میری خوشی
کے لئے سب تکلیفین راحت سمجھا ہمارے گہر سے برات بڑی دھوم دہام سے
دلہن کے گہر پہونچی اور عقد کے بعد دلہن کو لیکر شان وشوکت سے گہر واپس ہوئے

دُلہن کے اُتروانے ہی سب رسمین اوا گیئن اور رونمائی ہوئی - اس دن کی خوشی کیا بیان کرون - جس چیز کی مجھے تمنا تھی وہ ملگئی -

رشیدہ کی اور میری محبت روز بروز بڑہتی گئی ہم دونو بہت آرام و آسایش سے زندگی بسر کرتے تھے خدا کی رحمت سے ابھی ایک سال ہماری شادی کو پورا بھی نہ ہوا تھا کہ خدا نے ہمکو ایک فرزند ارجمند عطا فرمایا - اسکا نام مین نے احمد مصطفےٰ رکھا - اسلیئے کہ احمد میرے والد کا نام تہا اور مصطفےٰ میرے ماموں کے بیٹے کا نام تہا جو میرا بڑا شفیق بہائی اور دوست تہا -

میرے لڑکے کے پیدا ہونے کے تہوڑے دن بعد میرے والد سخت بیمار پڑے اور اسی بیماری مین فوت ہو گیئے - مجھے اور میری ماں کو نہایت غم ہوا مگر کیا چارا تہا -

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ رضا بقضاءہ و تسلیما لِاَمْرِہٖ

اپنے والد کی جگہہ مین کالیج مین معلم مقرر ہوا چونکہ مین بہت زمانہ سے انکی مددگاری کا کام انجام دیتا تہا سب لوگ میرے پڑہانے کو بہت پسند کرتے تھے اسلیئے مجھے انکی خدمت ملنے مین کوئی دشواری نہ ہوئی -

قاضی صاحب رشیدہ کے والد کا بہی اس عرصہ مین دوسری جگہ تقرر ہو گیا وہ

بھی ہم لوگون سے رخصت ہو کر اپنے کام پر چلے گئے۔

# چھٹا باب

ہم لوگونکی زندگی سیدھی سادی تھی نہ ہم کہین جاتے نہ کوئی ہمارے گھر آتا۔ صبح تو میری درس اور تدریس مین کٹتی شام کو مین اپنی بی بی اور بچہ کے ساتھہ باغ مین پھرتا اور ان سے جی لگاتا رات کے وقت دوسرے روز کا لکچر تیار کرتا اور ایک کتاب جو مین دینیات پر لکھہ رہا تھا اس کو لکھا کرتا جس مین میری بی بی شریک رہتی اور ان اوقات مین میری مان ہمین لوگون کے پاس بیٹھکر کچھہ سیا پرویا کرتین۔ اور وہی کُل خانہ داری کا انتظام کرتین اس لئے کہ ہمارے یہان کا دستور ہے۔ جب تک ساس زندہ رہے۔ بہو کو خانہ داری سے کوئی تعلق نہین رہتا۔ ساس ہی سب انتظام کرتی ہے۔ ہمارے یہان صرف ایک حبشن نوکر تھی۔ پکانے اور جھاڑنے وغیرہ کا کام سب وہی کرلیتی تھی۔ احمد بھی بہت ہی نیکبخت خوش مزاج لڑکا تھا۔ کسی قسم کی تکلیف نہ دیتا میری مان خود اسکو دیکھہ بھال لیتی تھین۔ دو برس کی عمر مین احمد خوب باتین کرنے لگا۔ مصطفےٰ ہمارے یہان قریب قریب روز آتا۔ بچہ سے پہرون کھیلا کرتا اور بچہ

بھی اسکو بہت چاہتا تھا - طفا ماموں کہکر پکارتا تھا - چار برس کی
عمر مین وہ پڑہنے لگا - مین اور رشیدہ تو اسکو چاہتے ہی تھے مگر ہماری مان
اسکی عاشق تہین - ہر وقت اپنے پاس ہی رکھتین اور اسکی پیاری پیاری باتون
سے خوش ہوا کرتین -

اس زمانے مین میرے ماموں مصطفےٰ کے والد کا انتقال ہوگیا - مصطفےٰ
پر بڑا صدمہ گزرا - مگر مصطفےٰ مذہب کا بڑا پابند تھا اسنے خدا کی مرضی پر سر تسلیم
جُھکایا -

اپنے والد کے انتقال کے بعد مصطفےٰ ہمارے یہان اُٹھ آیا - اور دو
مہینے ہمارے ساتھ رہا - جب تک کہ علی موسا سے واپس آیا اور باپ کی
جائداد مین تقسیم اور حصہ بانٹ کرنے کے لئے دونو بہائی اپنے گہر گئے جب وقت
مصطفےٰ ہم سے رخصت ہوا اور اپنے گہر جانے لگا تو مجھے نہایت رنج ہوا.
مگر مین نے خیال کیا کہ رشیدہ کے بشرہ سے خوشی پائی جاتی تہی - وہ کہتی تھی کہ
مصطفےٰ کے رہنے سے میرا بہت وقت ضایع ہوتا ہے اور ضرورت سے زیادہ
اسکے مزاج مین بے تکلفی ہے -

بچارہ مصطفےٰ یہ نہین سمجھتا کہ رشیدہ نے اسکو پہچانا اگر میری طرح وہ مصطفےٰ

کے مزاج سے واقف ہوتی تو مصطفےٰ سے اسطرح مغائرت کے ساتھہ برتاؤ نہ کرتی اس لئے کہ مین نے ہمیشہ غور کیا کہ مصطفےٰ کے سامنے رشیدہ بہت شرم ولحاظ کرتی تھی - مگر مین نے کبھی رشیدہ سے اس بات کا ذکر نہین کیا - مین یہی سمجھا کہ شاید رشیدہ کی طبیعت مین شرم زیادہ ہے -

علی اپنے وطن مین آنے کے بعد اکثر ہمارے یہان آتا کیونکہ علی کو روپیہ کی زیادہ ضرورت تھی - وہ اپنے دوسرے عزیزونکے ساتھہ سوسا مین تجارت کرتا تھا اور تجارت کے لئے اُسے روپیہ کی ضرورت تھی - اس لیے مصطفےٰ نے علی کو جائداد کے عوض روپیہ دے دیا - سوسا مین علی کی تجارت خوب چل نکلی تھی - اور صورت مین بھی وہ بہت شکیل اور حسین جوان نکل آیا تھا - مصطفےٰ کا بھائی نہ معلوم ہوتا تھا - اسلئے کہ مصطفےٰ پست قد اور کمزور تھا - اگرچہ طاقت مین علی سے کچھہ کم نہ تھا - علی سوسا سے ہم لوگون کے لئے بہت تحفہ تحائف لایا اور اور بہت خندہ پیشانی سے ہم لوگون سے ملا - رشیدہ سے اور اس سے بہت ارتباط اور دوستی ہوگئی - اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پچھلی باتین بالکل بھول گیا ہے - اکثر سوسا کا اور اپنی تجارت کا ذکر کیا کرتا اور سوسا کی بہت تعریف کرتا - ابھی تک علی کی شادی نہین ہوئی تھی - جب ہم لوگون نے اس سے شادی کرنیکا تقاضا کیا

تو اس نے کہا مین کچہہ دنون ٹھہر کر شادی کرونگا - علی دو مہینے مصطفیٰ کے ساتہہ رہکر سوسا کو واپس گیا -

علی کے جانے کے ایک روز بعد مجھے کچہہ کام درپیش ہوا جسکی وجہ سے مجھے ایک قریب کے گاون مین جانا پڑا اور تمام دن رہنے کی ضرورت ہوئی مگر مجھے امید تھی کہ مین اسی رات کو واپس آجاون گا - یہ گانون سوسا کے مقابل کے راستہ پر تھا - ورنہ مین علی کے ساتہہ تھوڑی دور چلا گیا ہوتا - جانے کے قبل مین مصطفیٰ کے گھر گیا اور اس سے مین نے کہا کہ مین باہر جارہا ہون اور منت کروی کہ دن بہر مین ایک دفعہ جاکر میری مان اور رشیدہ کی خبر لے آئے اور شام کو پہر میرے یہان جائے - اگر مین اسوقت تک آگیا تو خیر ورنہ رات کو وہین رہ جائے اس لئے کہ میری مان اور بی بی بغیر کسی مرد کے رات کے وقت بہت ڈرین گی -

مجھے کام مین سارا دن گزر گیا اور بالکل رات ہوگئی مگر میرا دل گہر مین لگا ہوا تہا - اس لیئے مین جلد جلد گھر کی طرف چلا رات بہت تاریک تہی چاندنی بہی نہ تہی جو کچہہ سوجہہ پڑتا - اور ہوا بہی تیز چل رہی تہی بہر حال مین جون تون کرکے گھر پہنچ گیا -

سامنے کے دروازے پر آکر مین نے کھٹ کھٹایا اگرچہ مین بغیر کھٹ کھٹائے
ہی اندر جا سکتا تھا مگر مین نے اسلیے کھٹ کھٹایا کہ میری مان اور بی بی اور بچے
تمام دن میرے منتظر رہے ہونگے اور کس خوشی سے مجھے تو ملنے کے لئے
دوڑینگے مگر مجھے سخت تعجب ہوا کہ کسی نے جواب ہی نہ دیا اور نہ دروازہ کھولا
مین نے دوبارہ دروازہ کھٹ کھٹایا مگر پہر بہی کچہہ جواب نہ پایا - اب تو مجھے بڑی
پریشانی ہوئی - اور دروازے کو ڈھکیل کر مین نے کھولا اندر گیا تو سب اندہیرا
پڑا تھا اس سے اور بہی زیادہ مین گھبرایا -

تمام گھر مین ایک ہو کا عالم تھا کسی کی سانس لینے تک کی آواز نہ آتی تھی
میرا دل دھڑکنے لگا اور ٹھنڈا پسینہ میری پیشانی سے بہنے لگا - اور طرح طرح کے
وسواس میرے دل مین آنے لگے -

مین نے زور زور سے پکارا رشیدہ رشیدہ رشیدہ - مگر کسی نے
جواب نہ دیا - پہر مین نے امان امان کہکر کئی بار پکارا کسی نے جواب نہ دیا -
پہر مین نے مصطفے مصطفے کہکر پکارا جب بہی کچہہ جواب نہ ملا - اب میری
حالت دیوانون کی سی ہو گئی آگے پاؤن نہ بڑہتا تھا - وہین کھڑا امان رشیدہ
مصطفے کہہ کہہ کر پکارا کیا مگر پہر بہی جواب نہ ملا - آخر مین نے ہمت کی اور جلدی

سے دوڑکر اس کمرے مین گہس گیا - جہان شام کے وقت مین اپنی ماں اور بی بی اور بچہ کے ساتہہ بیٹہا کرتا تہا - جب مین کمرے مین گیا تو ایک عجیب سانحہ مجہے نظر پڑا اللہ اللہ معاذ اللہ خدا دشمن کو بہی وہ نہ دکہائے جو مین نے اسوقت دیکہا -

یہان پر یہ کہکر شیخ حسن خاموش ہو گئے اور کچہہ دیر تک اپنے دونو ہاتہہ مُنہ پر رکہہ کر ایک سکتہ کے عالم مین بیٹھے رہے -

پہر کہنے لگے کہ اس رات کا خیال کر کے مجہے بڑا صدمہ ہوتا ہے اور مین بیقرار ہو جاتا ہون مگر صرف ایک لمحہ کے لئے - اسلئے کہ میرے لئے کل دنیا و مافیہا اور اسکی راحت اور غم و اندوہ سب ہیچ ہے میری زندگی دوسری طرح پر گزرتی ہے - میرے نزدیک ایسے راحت و غم کی اب کوئی حقیقت باقی نہین رہی وہ زمانہ میرا اب خواب و خیال کی طرح نظر آتا ہے اب مین روحانی اور ابدی زندگی کے آرزو کا دم بہرتا ہون -

جس آدمی کے مقدر مین جو خدا لکہہ دے وہی ہوتا ہے خدا وحدہٗ لاشریک عادل و رحیم و کریم ہے اور جو کچہہ وہ اپنے بندہ کے لئے کرتا ہے بہتر کرتا ہے -

پہر تہوڑی دیر کے سکوت کے بعد شیخ حسن نے اپنا قصہ جہان سے چہوڑا تہا

یون بیان کرنا شروع کیا کہ جب مین کمرے مین گھسا تو کیا دیکھتا ہون کہ کمرے کے ایک طرف میری ماں کی لاش آدہی تخت پر اور آدہی باہر لٹک رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کسی نے موٹی لکڑی سے اسکے سر پر اور مُنہ پر مارا تہا مُنہ اور سر دونو کچلے ہوئے تہے۔ اور سب سفید کپڑے اسکے خون مین شرابور تہے۔ اور زمین پر خون بہہ رہا تہا۔ اور ان سے تہوڑے فاصلہ پر میرا بچہ احمد پڑا ہوا تہا۔ اسکی آنکھین بند تہین ایسا معلوم ہوتا تہا جیسے سو رہا ہے۔ مین اسکی طرف دوڑا اور جلدی سے گود مین اُٹھا لیا اگرچہ اسکا جسم ابہی تک گرم تہا لیکن اسکے دل کی حرکت موقوف ہوچکی تہی اور سانس بند ہوچکی تہی۔ اسکا سر میرے کاندہے پر لٹکنے لگا اسوقت مین نے دیکھا کہ اسکے کان کے پیچہے بڑا سا زخم تہا ایسا معلوم ہوتا تہا کہ اسکو بہی کسی موٹی لکڑی سے مارا ہے اور ایک ہی مار مین کسی ظالم نے میرے پیارے اکلوتے لڑکے کی جان بے رحمی سے لی ہے۔ اور اس معصوم کی زندگی اور میری خوشیون کا خاتمہ کردیا ہے

تہوڑی دیر تک مین اسی کو دیکھتا کہڑا رہا اور کسی طرف نگاہ کرنے سے میرا جی خوف کہانے لگا تہا۔ مبادا ایسا نہو کہ رشیدہ بہی مجہے اسیطرح سے پڑی ملے۔ مگر مین نے اپنے اوپر جبر کرکے آنکہہ اُٹہا کر چارون طرف دیکہا گیا مگر اپنی بی بی کو کہین نہ پایا۔ اور کمرے کی حالت سے الٹے پلٹے ہوئے سامان اور فرش سے ایسا معلوم

ہوتا تھا کہ کچھ دھینگا مشتی ہوئی ہے۔

مین وہان سے دوسرے گھر مین گیا تو سب چیزین اپنی اپنی جا پر درست پائین۔ پھر مین اپنی مان کے گھر مین گیا وہان بھی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگایا تھا۔ پھر باورچیخانہ مین گیا تو جشن کو زمین پر مردہ پڑا دیکھا۔ اسکے دل پر کسی نے خنجر مارا تھا۔ اسکے ہاتھ مین ڈوئی تھی جس سے وہ سالن بھون رہی ہوگی اسلئے کہ سالن کی دیگچی چولہے پر رکھی ہوئی تھی۔

مین پھر اسی گھر مین واپس آیا جہان میری پیاری مان اور بچہ پڑا ہوا تھا مین تھوڑی دیر تک ان دونو کی طرف دیکھتا رہا اور غور کرنے لگا کہ کیونکر اور کس طرح اور کس نے یہ ظلم کیا ہوگا۔ مگر میری قوت غور و فکر بالکل جاتی رہی تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے سر مین آگ مشتعل ہو رہی ہے اور آنکھین نکلی پڑتی ہین منہ سے آواز نہین نکل سکتی۔ مین باغ کی طرف بھاگا۔ مجھے اسوقت گھوڑے کے ٹاپ کی آواز سنائی دی مین نے کوشش کر کے پکارا۔ باہر سے آواز آئی کون ہے مین آواز پہچانی میرے بھائی مصطفے کی آواز تھی مین نے پکارا۔ مصطفے مصطفے۔ جلد آؤ۔

مصطفے پریشان ہوکر اندر آیا اور گھبرا گھبرا کر پوچھنے لگا۔ خیر تو ہے صاحب

خیر تو ہے۔ للہ بتاؤ کیا ہوا کیون اِس دردناک آواز سے مجھے تمنے پکارا۔ میرا کلیجہ منہ کو آ رہا ہے جلدی بتاؤ کیا ہوا۔

مین نے مصطفٰے کو گھوڑے پر سے گھسیٹ لیا اور ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا ہوا اندر لے گیا۔ بیچارہ مصطفٰے مین کبھی نہین بھولون گا۔ وہ حالت غم و اندوہ کی جو اس واقعہ کے دیکھنے سے اس پر طاری ہوئی۔ اس نے آپکو زمین پر گرا دیا اور بچون کی طرح چیخ چیخ کر رونے لگا۔ اس کے رونے کی آواز سے سارا گھر گونج اُٹھا اور سر پیٹ پیٹ کر اور بال نوچ نوچ کر یہ بیان کرنے لگا کہ دو گھنٹہ آگے مین یہین موجود تھا۔ سب کو خوش و خرم چھوڑ گیا تھا ہائے اس دو گھنٹہ مین کیا ہو گیا کاش مین جلد یہا آگیا ہوتا یا گیا ہی نہ ہوتا مجھے کیا خبر تھی کہ میرے پیٹھ پھیرتے ہی یہ آفت نازل ہو جائے گی۔

مین نے اپنے بچہ کو گود مین اُٹھا لیا اور اسکو جگانے لگا اور اس سے باتین کرنے لگا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میری طرف دیکھ کے مسکرا رہا ہے اور سانس لے رہا ہے۔ مین نے پکار کر مصطفٰے سے کہا کہ دیکھو یہ زندہ ہو گیا۔ مین نے بچہ کا نام لیکر اسکو پکارا اور اس سے باتین کرنے لگا مگر تھوڑی دیر مین میری آنکھین بند ہو گئین اور مین زمین پر بیہوش ہو کر گر پڑا۔

جب مجھے ہوش آیا مین نے اپنے تئین ایک پلنگ پر لیٹا پایا اور مصطفےٰ کو دیکھا کہ میرے پلنگ کے قریب بہت سُست اور ملول بیٹھا ہوا ہے مین نے پوچھا مصطفےٰ مین کہان ہون اور یہ کون جگہ ہے -

مصطفےٰ نے جواب دیا الحمدللہ کہ پھر تم نے آنکھین کھولین اور ہوش مین آئے تم کچھہ خوف نہ کرو ہم لوگ تمھارے مددگار معلم شیخ ابراہیم کے گھر مین ہین -

مین نے کہا مین یہان کیون آیا اور کیون کر آیا اور مین پلنگ پر کیون پڑا ہون

مصطفےٰ نے کہا تم بہت بیمار ہو گئے تھے اور تین ہفتے ہوتے ہین کہ تم پلنگ پر لیٹے ہو مگر زیادہ بات نہ کرو خاموش رہو دو تین دن صبر کرو جب طاقت آجائیگی تب باتین کر لینا -

مصطفےٰ نے دو تین روز کے بعد مجھسے کہا کہ مین اپنے گھر کے وحشت ناک حادثہ کے بعد بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا تھا اس نے بہت میرے ہوش مین لانے کی تدبیر کی مگر جب مین ہوش مین نہ آیا تو اس نے قاضی کے یہان جا کر کل غمناک واقعہ بیان کیا - اور جب قاضی صاحب لوگون کو لیکر یہان آئے اور اس ظالمانہ خونریزی کو اپنی آنکھون سے دیکھا تو بہت متاسف ہوئے - اور تمام بستی بھر پر اس واقعہ کا بہت اثر ہوا اور سب نے تمھارے ساتھہ بہت ہمدردی

ظاہر کی۔

مین نے تو اپنی دانست مین کبھی کسی کو آدہا لفظ نہ کہا تہا اور نہ کبھی کسیکو ستایا تہا جو کوئی میرا دشمن بنکر میری مان اور بچہ کو اس بے رحمی سے مار ڈالتا۔ اور یہ بہی ظاہر تہا کہ جس کسی نے یہ حرکت کی تہی چوری کی نیت اور مال کے لالچ سے نہ کی تہی۔ اسواسطے کہ کوئی چیز سامان مین سے گم نہ ہوئی تہی اور سب سے زیادہ تعجب خیز یہ بات تہی کہ رشیدہ کا کہین پتہ نہ چلتا تہا۔ قاضی صاحب نے تمام بستی مین ڈھنڈوایا اور کوئی کونہ شہر کا باقی نہ رکہا میرے باغ کے اور سب دوسرے باغون کے کونے دیکھے گئے مگر انہین بہی نہ ملی۔

بعض لوگون کا یہ خیال تہا کہ زیادہ پڑہنے کی وجہ سے رشیدہ کا دماغ ٹل گیا ہوگا اور دیوانہ پن کی حالت مین اس نے اپنے بچہ اور ساس کو خود ہی مار ڈالا ہوگا اور مار کر بہاگ گئی ہوگی یا تو کہین چہپی ہوئی ہوگی یا آپ کو کسی کوئین یا باولی مین گرا دیا ہوگا۔ مگر رشیدہ اسقدر دبلی پتلی کمزور تہی کہ اُس رونکی مار جو میری مان کے زخم سے معلوم ہوتی تہی۔ رشیدہ کے ہاتہ کی ہونا ممکن نہ تہی اور اسکے سوا کمرے کی حیثیت سے بہی معلوم ہوتا تہا کہ رشیدہ سے اور کسی مرد سے جہگڑا ہوا۔ اور اسکے غائب ہو جانے سے بہی ظاہر ہوتا تہا کہ یہ کام کسی مرد کا تہا۔

مصطفے نے مجھہ سے کہا کہ شہر کے قاضی اور میرے مدد گار معلم شیخ ابراہیم دونو

ملکر مجھے بیہوشی کی حالت مین شیخ ابراہیم کے گھر جو میرے مکان کے

متصل تھا اُٹھا لے گئے تھے - اور دونون نے میری بیمارداری دل سے توجہ

کے ساتھہ کی اور قاضی صاحب نے بذات خود اور بہت اہتمام کے ساتھہ میری مان

اور بچہ کی تجہیز و تکفین کی اور تمام ہمسایہ کے لوگ بھی شریک ہوئے اور بہت روئے

پیٹے - اور کالیج کے سب لڑکے بھی بہت میری حالت پر افسوس کرتے تھے

اور ایک ایک کو سخت رنج تھا سب لڑکون نے پولس کے ساتھہ جاکر محلہ محلہ اور

گاؤن گاؤن مین قاتل کی تلاش کی مگر کہین پتہ نہ چلا -

بعض لوگون کا شبہہ میرے امون کے بیٹے علی پر تھا اسلیئے کہ پہلے علی

نے رشیدہ سے شادی کرنا چاہا تھا اور اب اس نے سوسا سے واپس آکر

اس نے رشیدہ کو بار بار دیکھا تو اسکے دل مین پہلے کا خیال پھر پیدا ہو گیا ہو گا اور

بدلہ لینے کے خیال سے میری مان اور بچہ کو مار ڈالا ہو گا اور رشیدہ کو بھگا لے گیا ہو گا

اور حبشن کو بھی اس خیال سے مار ڈالا ہو گا کہ وہ کسی سے کہہ نہ سکے - اور اسی لیئے وہ

مجھہ سے ایک دن پیشتر سوسا جانے کے بہانے سے چلا گیا ہو گا اور کہین قریب کے گاؤن مین چھپ رہا

ہو گا اور میرے جانے کے بعد میرے گھر مین آکر اس نے یہ کام کیا ہو گا --

شہر کے قاضی نے بھی ان باتون کو سنکر علی پر گمان کیا اور فوراً اسکو پکڑوا کر شہر کے قید خانہ مین قید کرا دیا - اور سب کو اس سے ملنے کی ممانعت تھی اور بہت تشدد کے ساتھ اسکی نگہبانی کیجاتی تھی - اور ہمارے قانون کے بموجب کوئی سوال یا جرح قاتل سے نہین کیجاتی تاوقتیکہ مقتول کے ورثہ بھی موجود ہون سب اس بات کے منتظر تھے کہ میرا مزاج سنبھل لے تو مقدمہ قاضی کے روبرو دائر ہو -

مجھے بھی علی پر گمان گزرتا تھا اور مصطفےٰ مجھسے زیادہ علی کی طرف سے بدگمان تھا اور کہتا تھا کہ اگرچہ علی میرا سگا بھائی ہے لیکن اگر علی نے یہ حرکت کی ہے تو ضرور اسکو پھانسی ہونا چاہیے - میرا خیال یہ تھا جو کچھ ہوا وہ تو ہو چکا قاتل کے پھانسی دینے سے میرا بچہ یا ماں واپس نہ آئینگے ہان اگر وہ رشیدہ کا پتہ مجھے بتادے اور رشیدہ مجھے پھر مل جائے تو مین کل مصیبتون پر صبر کرونگا - انتقام کا خواہان نہ ہونگا -

جب مین چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تو قاضی کے گھر گیا اور مین نے کہا کہ مجھے علی سے ملنے کی اجازت دیجئے - تاکہ مین اس سے دریافت کرون کہ اس قتل کا حال اسکو معلوم ہے یا نہین - شاید مجھسے بیان کر دے -

قاضی نے مجھے اجازت دیدی اور مین قید خانہ مین علی کی کوٹھری مین گیا

کوٹھری کیا تھی ایک چھوٹا سا گڑھا مثل ایک تاریک قبر کے تھا اگرچہ دوپہر کا وقت تھا اور باہر خوب دھوپ پھیلی ہوئی تھی مگر اس حجرہ مین اسقدر تاریکی تھی کہ مجھے علی کا مُنہ تک نظر نہ آتا تھا - بھاری طوق اور زنجیرین وہ پہنے تھا جسکے بوجھ سے جُھکا جاتا تھا لوگ یہی سمجھتے تھے کہ اسی نے یہ کام کیا ہے اس لیئے سب اس سے نہایت نفرت کرتے تھے - یہانتک کہ قیدخانہ کا داروغہ بھی اسکو نفرت کی نگاہون سے دیکھتا تھا اور رات کو ایک چراغ تک اسکے حجرہ مین جلانے کی اجازت نہ دیتا تھا - کھانے کو دال دلیا وہ بھی دن بھر مین ایک دفعہ اُس کو دیا جاتا تھا اگرچہ اسکا جرم اب تک ثابت نہوا تھا - مگر قاضی صاحب چاہتے تھے کہ اسکے ساتھ نہایت سختی کی جائے تاکہ قانون کی قدرت اسے معلوم ہوجائے آپ کو معلوم ہوگا کہ مسلمانون کا قانون اور رسم یہ ہے کہ مقتول کے ورثہ کو حق حاصل ہے - کہ قاتل کو صرف قید کی سزا دلوا کر چھڑوا لین -

میرے آنے کی خبر علی کو پہلے ہی سے کردی گئی تھی اسلیئے وہ میرا منتظر تھا جب مین اسکے حجرہ مین پہونچا تو تاریکی کی وجہ سے کچھ نظر نہ آتا تھا مین نے داروغہ سے کہکر روشنی منگوائی - اسوقت مجھے علی کا چہرہ نظر پڑا اس دو ہفتہ کی قید نے اسکو بالکل گھلا دیا تھا اور بڈھا معلوم ہونے لگا تھا مین نے علی سے کہا کہ مین

اسلئے تمسے ملنے آیا ہوں کہ قبل اسکے کہ مقدمہ فوجداری میں دائر ہو تم کل حال مجھسے کہدو میں قسم کھاتا ہوں میں تمھارے قصور کو معاف کردونگا اور تمکو اس مصیبت کی قید سے رہا کرادونگا - اور کسی انتقام کا خواہاں نہونگا اگر تم رشیدہ کا پتہ مجھے بتادو -

علی چپ بیٹھا سنا کیا جب سب سُن چکا اسنے گردن ہلائی اور صاف انکار کیا اور کہا مطلق مجھے اس واقعہ کی خبر نہیں اور میں اپنی برات کو پیشی کے وقت بخوبی ثابت کرسکتا ہوں میں نے بہت منت سماجت کی اور ہاتھ جوڑے کہ خدا کے واسطے جو کچھ تمکو معلوم ہو کہدو - مگر علی برابر انکار ہی کرتا رہا -

میں پھر قاضی کے پاس گیا اور عرض کی کہ آپ علی سے ملکر حال دریافت کریں - میرے کہنے سے قاضی صاحب بھی علی کے حجرہ میں گئے میں بھی اسوقت موجود تھا - قاضی صاحب نے علی سے کہا اگر تم اپنی خطا کو تسلیم کرلو اور رشیدہ کا پتہ بتادو تو تمھارا قصور شیخ حسن معاف کرسکتے ہیں اور اگر اس وقت میں تم نے نہ قبولا اور تمھارا مقدمہ فوجداری میں دائر ہوگیا تو پھر تم بغیر پوری سزا پائے نہ چھوٹوگے -

علی ایک ہی بات کہتا رہا کہ مجھے اس حادثہ کی کوئی خبر نہیں اور نہ میں

اس میں شریک تھا اور نہ مجھے معلوم کہ رشیدہ کہاں ہے -

تھوڑے دنوں کے بعد مقدمہ قاضی صاحب کے سامنے دائر ہوا - علی سے سوال کیا گیا کہ اس واقعہ کے ایک دن پہلے اور اس رات کو وہ کہاں تھا علی نے جواب دیا کہ مصطفے سے رخصت ہو کر میں سیدھا لبن گیا جو یہاں سے دو گھنٹہ کے راستہ پر ہے اور وہاں سے مفتی کے گھر اترا اور تمام دن اور رات اور دوسرے دن تک وہیں تھا وہاں سے ایک منٹ کے لئے بھی کسی دوسری جگہ نہیں گیا - اور اس حادثہ کی خبر مجھے وہیں ملی - وہاں کے مفتی اور مفتی کے بیٹے اور چند اور لوگوں نے بھی گواہی دی کہ علی کا کہنا درست ہے اس دن علی وہیں تھا اور مفتی کے بیٹے کو مرکر تھوڑے دن ہوئے تھے اور مفتی کے یہاں اس شام کو اسکے بیٹے کا فاتحہ تھا - مولود شریف اور قرآن خوانی ہو رہی تھی چند درویش بھی آئے ہوئے تھے اور رات بھر مولود ہوا کیا - اور رات کو علی نے کھانا بھی وہیں کھایا اور صبح کو رات بھر کے جاگنے سے تھک کر وہیں تخت پر لیٹ کر سو گیا - مفتی اور اس کے بیٹے اور چند لوگوں نے قسم کھائی کہ اس رات بھر اور دوسرے دن تک علی انکی آنکھ سے ایک دم بھی اوجھل نہیں ہوا اس گواہی پر علی رہا کر دیا گیا -

علی نے جاتے وقت مجھسے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ اب بھی تمہاری تشفی نہیں ہوئی اگر تم سمجھتے ہو کہ مجھے رشیدہ کا حال معلوم ہے اور اس واقعہ میں میں بھی شریک تھا تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے اسکی خبر نہیں اگرچہ مجھے قید خانہ میں سخت تکلیف ہوئی مگر میں راضی ہوں کہ اس سے دونی تکلیف گوارا کروں اگر میرے تکلیف اُٹھانے سے مجھے قاتل کا پتہ لگ جائے اور وہ سزا کو پہونچے۔

مگر میں سچ کہتا ہوں کہ باوجود علی کے اس کہنے سے بھی مجھے اس پر گمان باقی رہا اور مجھے یقین تھا کہ علی نے خود ایسا کام بھی کیا ہو مگر اسے یقینی اس واقعہ کی خبر تھی اور مجرم سے واقف تھا۔ مصطفےٰ کا بھی یہی خیال تھا۔

سرکاری طور پر اس واقعہ کی بہت تفتیش ہوئی اور جا بجا لوگ رشیدہ کی جستجو و تلاش میں بھیجے گئے مگر کچھ پتہ نہ چلا میں نے بھی سارے شہر کی خاک چھانی اور کونہ کونہ رشیدہ کی تلاش کی مگر اسکا کہیں پتہ نہ ملا آخر میں اسکے نہ ملنے سے ناامید ہو گیا اور اپنی زندگی سے بیزار ہو کر خدا سے دعا کرنے لگا۔ اے خدا مجھے جلد اُٹھالے اور میری موت آجائے

کہ اس غم سے میں چھوٹ جاؤں - میرے عزیز اور پیار سے جن سے زندگی کا مزا تھا وہ ایک رات میں سب کے سب مجھسے بچھڑ گئے کسی ظالم نے بے رحمی اور سنگدلی سے انہیں قتل کر ڈالا - صبح کے وقت میں اپنی شفیق ماں اور مطیع فرمانبردار اور چاہنے والی بی بی اور عزیز بچہ کو ہنسی خوشی سے گھر میں چھوڑ گیا شام کو جب گھر واپس آیا تو تقدیر نے یہ سانحہ دکھایا کہ ماں اور بچہ کو مردہ پایا اور بی بی کا کہیں پتہ نہ ملا ہر چند تلاش کیا ہر چند ڈھونڈا مگر نہ پایا - پھر میرے جینے سے کیا حاصل اس زندگی سے میرے لئے موت بہتر کہ مر کر تو اپنے بچھڑے ہوؤں سے ملوں گا -

میرے بھائی مصطفٰے اور شیخ ابراہیم بہت میری دلجوئی کرتے اور میرا غم غلط کرنے کی تدبیر کرتے - میں شیخ ابراہیم کے گھر رہتا تھا - مصطفٰے نے بہت چاہا کہ میں اسکے گھر اٹھ جاؤں مگر شیخ ابراہیم نے مجھے نہ جانے دیا ہر طرح میری خاطر کرتے دلاسا اور تشفی دیتے رہتے مگر مجھے کسیطرح صبر نہ آتا رشیدہ کی یاد مجھے کسی دم نہ بھولتی اور مجھے ہر وقت اسیکا تصور بندھا رہتا اور اسکی باتیں مجھے ہر وقت یاد آتیں اور وہ مباحثے جو مجھ سے اور اس سے علم و ادب پر ہوا کرتے اور خصوصاً وہ باتیں جو ہر وقت رشیدہ اور میں آئندہ

زندگی کے متعلق کیا کرتے تھے۔

خدا کی رحمت سے پھر ملنے اور آئندہ کی زندگی کا یقین میرے دل میں ایسا جم گیا کہ اس امید میں میرا غم بہلنے لگا اور مجھے یہی خیال رہتا کہ مر کر میں رشیدہ سے ملونگا اور اسکے ساتھ ہمیشہ رہونگا۔

دنیا کی ناپائداری اور بے ثباتی میرے دل پر نقش ہو گئی اور اس دنیا کی کسی بہبودی پر دل لگانا یا کسی چیز کی امید باندھنا مجھے عبث معلوم ہونے لگا۔ جتنا میں دنیا اور اہل دنیا کے حال پر غور کرتا گیا دنیا کی بیوفائی اور اہلِ دنیا کی نادانی اور بھی زیادہ واضح ہوتی گئی اور مجھے یہ خواہش ہوئی کہ دنیا سے بالکل قطع تعلق کرکے آخرت کی فکر کروں اور حکمت خدا پر غور و فکر کروں اپنی باقی زندگی علم روحانی کے سیکھنے میں صرف کروں یہہ خیال کرکے میں ایک خانقاہ میں جہاں اور بھی بہو سے ہوئے درویش تھے شامل ہو گیا اور ان بزرگوں کی جماعت میں جنہوں نے علم روحانی سیکھنے میں اپنی تمام عمر صرف کی تھی۔ شامل ہو گیا اور تمام دنیوی تعلقات سے قطع تعلق کر لیا میرا ماموں زاد بھائی مصطفیٰ مجھے اس خلوت خانہ تک پہونچانے آیا اور اسنے بہت کوشش کی کہ میں اپنے ارادہ سے باز آؤں

مگر میں نے اسکا کہنا نہ مانا سچ تو یہ ہے کہ مصطفےٰ کو میرے دل کی حالت کی کیا خبر تھی اور کیونکر سمجھ سکتا تھا کہ رشیدہ کو کھو کر میرا دنیا میں رہنا اور پہلے کیطرح دنیا میں زندگی بسر کرنا غیر ممکن تھا۔

یہ ارادہ کر کے میں قاضی کے پاس گیا اور اپنا استعفا پیش کیا قاضی صاحب نے بمجبوری اسے قبول کیا۔ پھر اپنے دوستوں اور شاگردوں سے ملا اور ان سے ہمیشہ کے لئے خدا حافظ کہہ کر رخصت ہوا وہ لوگ میری جدائی سے بہت غمگین ہوئے اور بہت روئے اسلیئے کہ سب مجھ کو چاہتے تھے اور بچپن سے میں ان کو جانتا تھا اور وہ مجھے جانتے تھے مگر کسی کو معلوم نہ تھا کہ میری تقدیر میں ایسی خانہ بربادی لکھی تھی اور میں ان سب سے اسطرح جدا ہو کر گوشہ نشین ہوجاؤں گا مگر مشیت ایزدیمیں کسی کا دخل نہیں جو ہدا ہو سو ادا کرنا پڑتا ہے۔

مصطفےٰ کو میں نے اپنا مختار عام بنایا وہ میری طرف سے جو میری تھوڑی سی ملک تھی اس کی تحصیل وصول کر کے خانقاہ بزرگ کو خانقاہ کی امداد کو ماہ بماہ بھیجدیا کرتا۔

شہر چھوڑنے کے قبل میں ایک مرتبہ پھر اپنے گھر گیا اس رات سے جس رات کو یہ اندوہ ناک واقعہ میرے گھر پر ہوا تھا۔ یہ پہلا مرتبہ تھا

کہ میں نے اپنے گھر میں قدم رکھا تھا مگر گھر کے اندر جانے کو ہرگز میرا پاؤں نہ اوٹھا میں صرف باغ میں ادھر اُدھر ٹہلا کیا پھر تھوڑی دیر تنہا اس بنچ پر بیٹھا رہا جس پر میں اپنی پیاری رشیدہ کے ساتھ بیٹھکر اپنے بچہ کو کھلایا کرتا تھا اور اس خوشی اور راحت کے زمانہ کا تصور کرتا رہا اور اسوقت کے غم و اندوہ اور آیندہ کی نامعلوم حالت پر غور کرتا رہا مگر میں نے خیال کیا کہ میری تقدیر میں یہی لکھا تھا اور خدا کی یہی مرضی تھی -

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ -

مصطفےٰ خانقاہ تک مجھے پہونچانے گیا جو ہمارے شہر سے دس دن کے راستہ پر تھا - اسکو میری جدائی کا سخت صدمہ تھا اور میں جب خانقاہ میں داخل ہوگیا اور پھاٹک بند کر لیا گیا تب بھی پھاٹک کے پیچھے سے مجھے مصطفےٰ کے رونے کی آواز دیر تک آتی رہی -

# ساتواں باب

## خانقاہ

یہ خانقاہ طرابلس کے پہاڑ کے اخیر سلسلہ پر واقع تھی اور شہر آبادی سے کوسوں

کے فاصلہ پر تھی اُونچے اونچے پہاڑوں کے بیچ میں یہ عمارت واقع تھی اور اس میں جانے کا راستہ بھی انہی پہاڑوں کے بیچ میں سے تھا اور نہایت خوفناک تھا اگر ذرا پاؤں پھسلے تو آدمی گڑھے میں جا رہے دھوپ کے وقت یہ پتھر ایسے جل اُٹھتے اور آفتاب کی شعاعوں میں ایسے چمکتے گویا بھٹی جل رہی ہے۔

دوپہر کے وقت گرم لُو چلتی رہتی اور گرم ہوا کے جھونکوں سے مُنہ جھلس جاتا اور ہو کا یہ عالم تھا کہ جانور تک کی صدا نہ سنائی دیتی اور نہ کوئی پرندہ اس صحرا میں پر مارتا ایک لبِ کھیرہ کی مکروہ آواز تو البتہ آیا کرتی تھی اور صحرا بھی اس قسم کا تھا جس میں جھاڑی کا نشان تک نہ تھا اور چرند پرند کسی کا گزر نہ تھا سانپ وغیرہ حشرات الارض پھرا کرتے۔ دنیا سے اس اوجاڑ بن کو کسی قسم کا واسطہ نہ تھا۔ اُس دنیا سے جو خوشی سے بھری ہوئی ہے لیکن جہاں غم و اندوہ خوشیوں سے بڑھکر ہیں غرض وہ جگہ اس طرح ویران تھی جیسے کہ اُن لوگوں کا دل ویراں تھا۔ جو وہاں دوستوں اور عزیزوں کو چھوڑکر ہمیشہ کے لئے رہنے اور غم کو دل سے بُھلانے کے لئے اور رہتے تھے اور تو وہاں ریاضت اور مشقت اور عبادت اور شب بیداری اور روزہ نماز

ہیں اپنے کو مشغول کر کے دنیا و مافیہا کو بھلا دینے کی کوشش کرتے تھے اور اُن غم کے داغوں کو جو دنیا سے لیکر آئے تھے اس طریقہ سے مٹانے کی آرزو کرتے تھے اور اسقدر ریاضت و عبادت میں اپنی جسمانی خواہشوں کو بالکل بھول جاتے تھے۔ سردی اور گرمی بھوک اور پیاس ان کو کچھ محسوس نہوتی تھی۔ اور کسی عزیز یا دوست یا رشتہ دار سے خط و کتابت میل ملاقات سب ترک کر کے اپنے تمام قویٰ دماغی کو علم روحانی کی طرف متوجہ اور مائل کر کے ہر وقت اور ہر لحظہ اسیکے دھیان میں اور اسکی تحصیل میں صرف کرتے اور ان اسرار کے دریافت میں جو ہر فرد بشر کی آنکھوں سے پنہاں ہیں کوشش کرتے۔

اس خانقاہ میں چوداہ تہہ خانے تھے سب سے بڑا تہہ خانہ مسجد کا کام دیتا تھا اور اسکے بعد کے تہہ خانہ میں شیخ صاحب رہتے تھے اور اسکے پاس والے میں انکے مددگار رہتے تھے۔ یہ تینوں تہہ خانہ ایک قطار میں تھے اور انکے مقابل میں گیارہ تہہ خانہ اور تھے ایک دوسرے کے قریب قریب مگر ہر تہہ خانہ کے گرداگرد سات فٹ کی اونچی دیوار تھی اس لئے کہ ایک تہہ خانہ کا رہنے والا اپنے پاس کے تہہ خانہ کے رہنے والے

سے بات نہ کر سکے نہ ایک دوسرے کی صورت نظر آسکے نہ آواز سنائی دے۔ اور ہر تہہ خانہ بارہ فٹ گہرا اور چھ فٹ چوڑا تھا اور اتنا اونچا تھا کہ ایک آدمی اس میں سیدھا کھڑا ہو جائے اس میں دو کمل ایک بچھانے اور ایک اوڑھنے کو ملتا تھا۔ کہ جب عبادت سے فرصت ہو تو گھنٹہ آدھ گھنٹہ کے واسطے جھپکی لے لیں۔ اور ایک مٹی کا آبخورہ اور ایک مٹی کی صراحی جسمیں کھاری پانی وہیں کے نالے سے بھر کر ہر صبح کو رکھدیا جاتا تھا اور کھانے کے واسطے ایک روٹی اور تھوڑے سے خرمے اور کبھی کبھی تھوڑا سا زیتون کا تیل اور کچھ ابلی ہوئی ترکاری بھی ملتی تھی۔

جب میں خانقاہ میں داخل ہوا تو وہاں شیخ اور اسکے مددگار کے سوا سات مرید تھے اور ہمیں ملا کر کل دس آدمی تھے میں پہلے مرید ہوا اور مجھ سے کہا گیا کہ دو برس کی مریدی کے بعد اگر امتحان میں پورا اترا اور اپنے ارادہ پر ثابت قدم پایا گیا تو پھر پانچ برس عبادت اور ریاضت کرنے کے بعد مجھے وہ ملکہ حاصل ہو جائے گا جسکی مجھے خواہش تھی

پہلے تو مجھے اپنی نئی زندگی بہت ناگوار و دشوار معلوم ہوئی اور میرے دل میں گزشتہ زمانہ کے خیالات گزرا کرتے مگر رفتہ رفتہ ان خیالات کو

میں نے اپنے دل سے دور کر دیا - اور صبر و تحمل کے ساتھہ اپنی تنہائی مشغول
کو برداشت کرنے لگا - رات دن مجھے عبادت کی دُھن میں اور خدا کی
یاد میں گزرتا اور عبادت خانہ کے قواعد کی میں پوری پابندی کرتا کبھی کبھی کسی مرد
کی صورت کے سوا شیخ اور اسکے مددگار کے میں نے نہیں دیکھی اگرچہ
دن بھر میں پانچ دفعہ ہم لوگ سب مسجد میں نماز کے لئے جمع ہوتے تھے
اور ہر رات کو آدہی رات گئے شیخ کے وعظ کو سُننے کے لئے مسجد
میں جمع ہوتے تھے اور یہ وعظ علم روحانی کے بارے میں ہوا کرتے
تھے مگر ہم لوگ اس طرح سے سر جھکا کے اور کمل میں مُنہ لپیٹ کے بیٹھتے
تھے کہ ایک دوسرے کی صورت نظر نہ آتی تھی - اور سوا اسلام علیکم کے
کوئی ایک دوسرے سے بات نہ کرتا تھا -

جب نماز ہو چکتی تو میں اپنے تہہ خانہ کو واپس جاتا اور خدا کی صفات کی
تسبیح پڑھا کرتا اور شیخ کے واعظ پر غور کرتا رہتا جب تک کہ پھر ظہر کی نماز کی
اذان ہوتی اور پھر ظہر اور عصر کی نماز پڑہکر میں اپنے تہہ خانہ میں واپس
جاتا اور پھر مغرب اور عشا کی نماز پڑھا کر شیخ میرے تہہ خانہ میں آتے اور
رات کے وعظ میں جو کچھہ اُنہوں نے علم روحانی کے بارے میں بیان

کیا تھا مجھے سمجھاتے اور چلے جاتے اور میں خدا کے ننانوے ۹۹ اسم اعظم کو
بار بار پڑھا کرتا پھر کمل اوڑھکر ایک کونے میں پڑ رہتا۔ گھنٹہ دو گھنٹہ نیند لے کر
پھر اوٹھ کر مسجد میں شیخ صاحب کے آدھی رات کے وعظ میں شریک ہوتا۔

میں جتنے روزے رکھنے کا حکم تھا اس سے بھی زیادہ رکھتا اور اکثر
نفس کشی کے خیال سے رات دن کچھ نہ کھاتا اور راتوں کو نہ سوتا۔
بہت دفعہ ظلمات کے موکلوں نے اور ناپاک روحوں نے مجھے ورغلانے
کی کوشش کی اور دنیا میں پھر مل جانے کی ترغیب دی پہلے پہلے تو مجھے
انکی شکلیں نہ دکھائی دیتی تھیں ہاں آوازیں اور قہقہے سنائی دیتے تھے
اور آہستہ آہستہ باتیں اور نفرت آمیز الفاظ اور تمسخران کا سب سنائی دیتا تھا
اور کبھی کبھی قریب ہوتا تھا کہ میں ہمت ہار جاؤں مگر بڑی کوشش اور
مستقل مزاجی سے آخر روح کو جسم پر قابو ہوگیا۔

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ مرید اس محنت شاقہ کی برداشت نہ لاکر فوت ہو جاتے
تھے۔ میرے ابتدائی زمانہ میں دو مرتبہ ایسا اتفاق ہوا اور اسکے بعد
بھی کئی دفعہ ہم لوگ کسی مرید کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے بلوائے گئے۔
جسکو خدا نے یہاں کی مشقت سے رہائی دے کر اُس عالم ارواح کیطرف

بلوالیا جسکے دریافت کی اُسے خواہش تھی اور کُل پردے حجاب کے اس سے دور ہو گئے اور نور الہٰی کے مشاہدہ سے مشرف ہوا۔

یہ جنازے رات کو نماز عشا کے بعد اُٹھائے جاتے ہیں بغیر کسی شمع یا مشعل یا روشنی کے اسواسطے کہ خانقاہ میں چراغ جلانے کا حکم نہ تھا صرف مسجد میں ایک چراغ جلایا جاتا اور باقی سب جگہ اندھیرا رہتا ان جنازوں کے دیکھنے سے بڑی عبرت ہوتی اور زندگی کی ناپائیداری اور بھی دل پر نقش ہو جاتی۔

جب میری مریدی کے دو برس ہو چکے تو میں علم روحانی کے شروع کرنے کے قابل سمجھا گیا اور بعد بڑے عہد و پیمان کے پانچ برس کے لیے پھر میں اشد محنت اور مشقت و ریاضت و عبادت میں مشغول رہا چوتھے برس کے اخیر میں مجھپر وہ اسم اعظم ظاہر ہو گیا جسکے ذریعہ اور برکت سے مجھپر کشف الاسرار ہونے لگا اور علم روحانی کی قوت مجھے معلوم ہو گئی۔

ایک برس تک اور میں اسی علم کی تحصیل میں مشغول رہا اسکے بعد مجھے ہدایت ہوئی کہ ملک شام کی طرف جاؤں اور اپنے علم کو خاص رتبہ سے بڑھاؤں ہماری جماعت میں سے دوسروں کو بھی اکثر ہدایت ہوئی ہے

کہ خانقاہ کو چہوڑکر پہر دنیامیں شامل ہوکر اپنے علم کو خاص طور کی تفتیش سے بڑہائیں۔

میں سنے اپنے ماموں زاد بہائی مصطفےٰ کو ایک خط لکہا۔ اتنے برسوں کے بعد مصطفےٰ کو خط لکہنا مجہے عجیب معلوم ہوتا تہا اور پس وپیش تہا کہ آیا مصطفےٰ زندہ ہوگا یا مر گیا ہوگا۔ میں سنے مصطفےٰ سے خواہش کی تہی کہ راستہ میں مجہسے آکر مل لے اسلئے کہ میں نہ چاہتا تہا کہ پہر مجہے اپنے شہر میں جانا پڑے وہ فوراً مجہہ سے ملنے آیا اور مجہے ایک جہاز میں جو شام کی طرف جانے والا تہا سوار کروادیا۔ مصطفےٰ اسقدر بدل گیا تہا کہ میں نے اسے نہ پہچانا تمام مُنہ پر جہریاں پڑ گئیں تہیں۔

چند مہینہ ہوئے میں یہاں ہوں مصطفےٰ کے پاس سے مجہے اپنی املاک کی تحصیل برابر پہنچتی رہتی ہے میرے اخراجات کے لیے اسمیں سے تہوڑا سا کفایت کرتا ہے باقی سب محتاجوں کو بانٹ دیتا ہوں۔

یہ شیخ حسن کی داستان تہی جو اس سنے بیان کی جسکے سننے سے مجہے معلوم ہوگیا کہ کیوں شیخ حسن کے چہرہ پر ہمیشہ افسردگی چہائی رہتی تہی۔ اور میں سنے خیال کیا کہ ایسے موقع پر کوئی ہمدردی ظاہر کرنا یا کوئی تسلی آمیز

گفتگو کرنا بیکار ہوگا۔ جس پر ایسا صدمہ جانکاہ پہونچا ہو اسکے دل پر ایسی ہمدردی کا کیا اثر ہو سکتا ہے۔

پہر شیخ حسن نے کہا کہ میں نے اس سب واقعہ کو اپنے دل سے بُھلا دیا اور جس شخص کے ہاتھ سے مجھے یہ صدمہ پہونچا اسے بہی میں نے بخش دیا میری سب خواہشیں اور امیدیں اب روحانی زندگی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ دنیا کی دو روزہ زندگی ہیچ ہے کاش کہ اہلِ دنیا سب کے سب میرے ہم زبان ہوتے اور اس دنیا کی زندگی پر لعنت بہیجکر یہاں کی لذت و راحت و آرام کو ناچیز جانکر ہمیشہ کی زندگی کے خواہاں ہوتے مگر انسان ضعیف البنیان دنیا کا کتا بنا ہوا ہے اسکی آنکھوں میں چربی چھائی ہوئی ہے سوا اپنی خواہشوں کے پورا کرنے کے کوئی بات اسکے دماغ میں نہیں سماتی عمدہ عمدہ کہانے کہانا اور نفیس نفیس کپڑے پہننا لہو و لعب میں مشغول رہنا ہی انکی تمنائے دلی ہے اور انکے خیال میں اس خاکی جسم کے سوا اور کوئی زندگی کی انکو ہوس نہیں اور کبہی انہیں خیال نہیں آتا کہ ہر روز صبح سے جب شام ہوتی ہے تو ایک دن اِن کی زندگی میں سے کم ہو جاتا ہے اور جب وہ اپنے آباؤ اجداد کی قبروں کو

دیکھتے ہیں اور جنازوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو انکے دل میں
یہ خیال نہیں آتا کہ یہ دن ہمارے لئے بھی ہے بلکہ وہ اتراتے پھرتے
ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم کبھی نہ مرینگے - موت صرف دوسروں کے لئے ہے
اور روح کی کوئی قدر اور حقیقت نہیں سمجھتا بلکہ اسکے وجود سے بھی
انکار کرتے ہیں - جسم ایک ایسی چیز ہے جو زمان و مکاں کی قید میں
محدود و محصور پڑا ہوا ہے اور ایک مدت کے بعد فنا ہوکر پھر خاک میں ملجاتا ہے
مگر روح ایسی چیز ہے جسکو فنا نہیں جسم سے جدا ہو کے بھی وہ باقی رہتی
ہے بلکہ جسم کی قید سے رہا ہوکر تازہ اور توانا اور آزاد ہوجاتی ہے اور
اسکی اصل زندگی جسم سے جدا ہوکر شروع ہوتی ہے اور روح کو کوئی جسمانی
نہیں بنا سکتا نہ جسم میں قید کرسکتا ہے بلکہ جسم پاک مطہر روحانی ہوکر
پھر روح کے ساتھہ وہ زندگی شروع کرتا ہے جو ہمیشہ کی ہے - اعلیٰ اور
برتر اور روحانی ہے اور خدا کے اسمائے اعظم اور صفات مقدسہ میں
غور و تامل کرنے سے اور اسکی حمد و ثنا میں محو ہوجانے سے اور
اسکی قربت حاصل کرنے سے اسکے نور کے نظارہ کی قابلیت حاصل
ہوتی ہے -

اور یہی غایت ہے انسان اور تمام مقدس ارواح کی آئندہ زندگی کی کہ انوار و تجلیات نور وحدانیت کا مشاہدہ نصیب ہو اور اس نور کے نظارہ و مشاہدہ میں وہ ابد الاباد تک قائم و دایم رہے۔

# آٹھواں باب

## عمل

شیخ حسن نے دو تین روز کے بعد جب میں ہران سے ملنے گیا مجھسے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اگلی منگل کو عمل کروں اسلیئے کہ منگل اور جمعرات کی شام ارواح سے ملنے اور ارواح کے بلانے کے لیئے بہتر سمجھی جاتی ہے۔ ہم لوگ آفتاب غروب ہونے کے چار گھنٹہ کے بعد عمل شروع کرینگے۔ اسلیئے آفتاب غروب ہونے کے ایک گھنٹہ قبل سے چلیں گے اور تل قصر سلیمان بنی پر پہونچکر ضرور رہوگا کہ عمل شروع کرنیکے قبل تہوڑی دیر سستا لیں۔ لوبان کا ڈبہ ہاتھ میں لے لینا جو وہاں جلانا پڑے گا۔ ہم لوگوں کو دعوت ارواح کا خاص طریقہ اختیار کرنا پڑتا

ہے گو ہم ان کو اس قوت کے زور سے بلاتے ہین جو ہم کو عطا کیگئی
ہے اور وہ بہی اسی قوت کے تابع فرمان ہین۔ جب بہی ہم پر لازم ہوتا
ہے کہ ان کی عظمت کرین اور ان سے تنفر نہ ظاہر کرین۔ اس لئے کہ وہ
ہمارے موکل اور تابع فرمان نہین ہین بلکہ اسی قوت اور اس اسم اعظم
کے مطیع ہین جو حکم الہی سے ہمکو عطا کیا گیا ہے اور ان کی نافرمانی اور گمراہی
سے ہمکو کچہہ کام نہین وہ صرف اپنے خدا کے جواب دہ ہین۔

اور عود دو طرح سے نذر کیا جاتا ہے یا تو جلا کر دہوان دیا جاتا ہے یا پانی
مین گہولکر چہڑکا جاتا ہے جب جلایا جاتا ہے اور دہوان دیا جاتا ہی تو ضرور ہوتا ہے کہ جبتک
عمل پورا نہ ہو دہوان ہوئے جائے اور پانی مین گہول کر چہڑکنا تین ہی
دفعہ کافی ہے۔ عمل کے شروع مین اور پہر دو دفعہ اور ہان دہوان
دیتے وقت اس بات کی احتیاط کرنا چاہیئے کہ دہوان برابر ہوتا رہے
اور تہوڑا تہوڑا عود آگ پر برابر ڈالتے رہو اور اگر کوئی نظر آئے تو اس سے بات
نہ کرو ایک لفظ منہ سے نہ نکالو کتنا ہی کوئی چلائے پہسلائے۔ چیخے
ڈرائے تم کوئی لفظ منہ سے نہ نکالنا اگر کوئی لفظ یا آواز منہ سے نکلی تو کل
محنت اکارت جائے گی اور عمل باطل ہوجائے گا۔ مین اب سے

منگل کی شام تک تم سے نہ مل سکون گا اس لئے کہ اس وقت سے عمل
کرنے کے وقت تک مجھے غور و فکر و مراقبہ و عبادت شب بیداری مین بسر
کر کے عمل کے لئے تیار ہونا پڑے گا۔

وقت معین پر پھر مین شیخ حسن کے گھر پر پہونچا تو مین نے خیال کیا اس
دو دن مین شیخ حسن کی صورت بہت بدل گئی تھی اور اس کی آنکھین شعلہ
کی طرح چمک رہی تہین گھرے گھرے حلقہ آنکھون مین پڑ گئے تھے جس
سے معلوم ہوتا تھا کہ اس پر اس دو دن مین بہت بڑی دماغی مشقت
گذری ہوگی۔

جب مین شیخ کے گھر پہونچا تو وہ جانے کے واسطے تیار کھڑا تھا ایک
ہاتھہ مین اس کے ایک ٹوکری تھی جس مین کچھہ روٹیان اور زیتون کے
پھل تھے اور ایک چھوٹا سا لوٹا اور ایک ڈوری بھی پانی بھرنے کے لئے
رکھ لی تہی دوسرے ہاتھہ مین بھی ایک پوٹلی تہی جس مین بہت سا عود تھا وہ
شیخ حسن نے مجھے دیدی اور کہا کہ اس مین عود ہے اس کی بڑی حفاظت
کرنا اور کوئلے بھی اسی مین ایک طرف بند ہے ہین۔ یہ آج کی رات کے
واسطے کافی ہون گے۔ یہ عود گوندا اور کئی چیزون سے مرکب ہے جنگلی

بادام کے درخت کا گوند زیتون کے درخت کا گوند ایلوے کی نرم چوب یہ تینوں چیزیں ملا کر عود بنایا گیا ہے اور بڑے بڑے محلوں کے وقت ہی جلایا جاتا ہے یہ خوشبودار ہوتا ہے اور اسکے دہوئیں سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

میں نے عود اور کوئلوں کی پوٹلی کو احتیاط سے اپنے پاس رکھ لیا اور ہم دونوں چل کھڑے ہوئے راستہ میں پہلے تو بڑے بڑے باغ اور گھنے درختوں کا جنگل ملا پھر شام کا بڑا صحرا شروع ہوا اس پر کسی زمانہ میں فال مارا کا بڑا شہر آباد تھا اور اب بالکل ویرانہ پڑا تھا راستہ میں ایک آدمی بھی نہ ملا۔ آفتاب بھی غروب ہوگیا اور رات ہوگئی لیکن پانچویں یا چھٹی تاریخ تھی چاند نکلا ہوا تھا اسکی روشنی میں ہم لوگ چلے جاتے تھے سیار اور الو کی آواز کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ میرا جی ہچکنے لگا بار بار جسم پر پھریری آجاتی اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ میں نے چاہا کہ شیخ حسن سے باتیں کرتا جاؤں تاکہ راستہ کٹے اور ڈر نہ معلوم ہو مگر وہ ایسی سوچ میں تھا کہ اسنے میری باتوں کا کچھ جواب نہ دیا ناچار میں بھی چپ ہو رہا۔ آفتاب غروب ہوکے دو گھنٹہ ہوئے ہونگے کہ ہم لوگ منزل پر پہنچ گئے۔

وہ پہاڑ جس پر تل قصر سلیمان نبی تھا دو سو فٹ زمین سے اونچا تھا اور کوئی پچیس تیس گز لمبا تھا اور اوپر وہ بالکل سطح تھا جہاں حضرت سلیمان کے قصر کا کھنڈر تھا اس پر دو چار پتھر اور کچھ ٹوٹے پھوٹے ستون باقی تھے اور کل پہاڑ پر ایک درخت کی پتی تک کا نشان نہ تھا پہاڑ کے دامن میں ایک کنواں تھا اسکے قریب ہم لوگ بیٹھ گئے اور ناشتہ جو ساتھ لائے تھے کھایا اور کنویں میں سے پانی بھر کر پیا۔ پانی ٹھنڈا اور میٹھا تھا۔ پھر شیخ حسن نے نماز پڑہی۔ نماز کے بعد کوئلے سلگائے اسلیئے کہ عمل کے وقت تک اسکا دہواں اور بو سب نکل جائے اور خوب جل اُٹھے۔ جب بالکل چاند چھپ گیا اور اندھیرا ہو گیا تو شیخ حسن نے مجھسے کہا اب عمل شروع کرنا چاہیئے اور مجھ سے تاکید کی کہ عود برابر ڈالتا جاؤں اور جو کچھ نظر آئے تو ڈروں نہیں۔ پھر خود دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور اس سے کچھ فاصلہ پر میں بھی سنبھل کر بیٹھ گیا کوئلے خوب دہک رہے تھے اور اسکی روشنی میں مجھے شیخ حسن کی صورت اچھی طرح دکھائی دیتی تھی۔ سامنے کا میدان بھی اچھی طرح نظر آتا تھا۔ پھر شیخ حسن نے مجھے اشارہ کیا کہ کوئلوں پر عود ڈالنا شروع کروں پھر اپنی جگہ سے اُٹھ کر چند قدم جنوب کی طرف بڑھا پھر کھڑا

ہو کر کچھ پڑہنے لگا۔ اگرچہ اس کی آواز میرے کان مین آتی تہی مگر مین نہ سمجہتا تہا کہ کیا پڑہ رہا ہے وہ پہر پلٹ کر اپنی جگہہ پر بیٹھہ گیا اور الحان مین آہستہ آہستہ کچھہ پڑہتا رہا پہر اوٹھا اور چند قدم مشرق کی طرف بڑہا اور برابر کچھہ پڑہتا گیا پہر پلٹا اور اپنی جگہہ پر آ کر بیٹھا پہر کچھہ پڑہتا ہوا شمال کی طرف گیا پھر مغرب کی طرف گیا پہر آ کر اپنی جگہہ پر بیٹھہ گیا۔ برابر ایک گھنٹہ تک اسیطرح کرتا رہا پہلے تو مجھے ڈر معلوم ہوا مگر جب ایک گھنٹہ تک پڑہنے کے بعد کچھہ نہ ہوا تو میرا ڈر نکل گیا۔ استنے مین کیا دیکہتا ہون کہ دفعتہً ایک سیدہا ستون روشنی کا کوئی تیس فٹ کا اونچا نمودار ہوا جس کا عرض بھی کوئی پچاس فٹ کا ہوگا۔ اس کو دیکہہ کے شیخ حسن اُٹھہ کھڑا ہوا اور اپنا سیدہا ہاتھہ روشنی کی طرف بڑہا کر کچھہ کہا مگر مین سوا دو لفظون کے اور کچھہ نہ سمجہا وہ دو لفظ یہ تھے۔ اب حاضر ہون پہر شیخ حسن بیٹھکر کچھہ پڑہنے لگا۔ چند منٹ کے بعد مجھے کچھہ آہٹ معلوم ہوئی پھر ایسا معلوم ہوا کسی نے میرے سر پر چپت لگائی۔ پہر معلوم ہوا کسی نے میرے سر پر کوئی شئے پہینکی جو سر پر لگتی ہوئی نیچے گری۔ دیکہتا کیا ہون کہ ایک مردے کی ہڈی تہی۔ اس کے بعد تو چارون طرف سے ہڈیون کی بوچھار ہونے لگی۔ پھر بہت سے مردون کی کھوپریان آن گرین پھر ایک کٹا ہوا سر

خون بہتا ہوا میرے دہنے ہاتھہ پر گرا۔ میرا ہاتھہ سب خون سے بھر گیا اور پھر وہ سر غائب ہو گیا۔ پھر مجھے یہ محسوس ہوا کہ کوئی گیلی گیلی چیز میری پیٹ کے اوپر رینگ رہی ہے پھر گلے کے اوپر چڑھ کے گلے مین لپٹ گئی دیکھا تو ایک بڑا ناگ تھا اور گلے مین اس زور سے لپٹا ہوا تھا کہ سانس لینا مشکل تھا پہر ذرا اس نے ڈہیلا کیا اور اپنے سر کو اونچا کر کے میرے مُنہ کے قریب لایا اور زبان نکالکر بالکل میرے ہوٹون کے قریب آکر پھنسکارنے لگا۔ مجھے ہمیشہ سانپ سے بہت ڈر معلوم ہوتا تھا۔ اور بہت نفرت تھی۔ جب اتنے بڑے سانپ کو اتنے قریب دیکھا تو بہت ڈرا۔ مگر شیخ حسن کی نصیحت یاد آگئی اور مین ضبط کئے ہوئے بیٹھا رہا اور برابر کوئلون پر عود ڈالتا رہا۔ تھوڑی دیر مین تمام میدان ہر طرح کے سانپون اور حشرات الارض سے بھر گیا جن مین سے ایک موٹا سا چھوٹا سانپ تھا جس کا سر ایک چھوٹے بندر کے سر کے برابر تھا اور اس پر بڑے بڑے بال تھے۔ اِس کو دیکھکر مین ڈرا تھوڑی دیر مین یہی سانپ میرے شانہ پر لٹک گیا اور کود کود کر میرے رخسار تک آتا اور پھر نیچے گر پڑتا تب بھی مین ضبط کئے بیٹھا رہا اور عود ڈالے گیا اتنے مین وہ سب سانپ اور حشرات الارض غائب ہو گئے۔ اور ایک بڑا سا

جانور بڑے سے چیتے کے برابر میرے قریب آیا اور غراتا ہوا اپنے مُنہ کو میرے مُنہ کے قریب لایا اسقدر وہ میرے قریب تھا کہ اسکے مُنہ کی بھاپ میرے مُنہ کو معلوم ہوتی تھی ایک منٹ کے بعد وہ بھی غائب ہو گیا۔ پھر بہت سی شکلیں کچھ کچھ آدمیوں کی شکلوں سے ملتی ہوئی روشنی کے ستون کے سامنے پھیل گئیں اور ہر ایک ہیبت ناک شکل پر زردی اور غصے کے آثار نمایاں تھے اور چاروں ہاتھ پاؤں کے بھل چلتے ہوئے سر پر خاک ڈالتے ہوئے شیخ حسن کی طرف سے گزرتے ہوئے میرے پاس سے گزرے مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ سب ہاتھ پاؤں میرے بیدم ہیں۔ سوا اسید ہے ہاتھ کے جس سے میں عود ڈالتا جاتا تھا۔ اور طرح طرح کی عجیب و غریب اور مہیب آوازیں چاروں طرف سے آتی تھیں۔ خصوصاً پیچھے سے زیادہ آتی تھیں اور کبھی ایسا معلوم ہوتا تھا کوئی میرے کان میں گھس رہا ہے اور یہ معلوم ہوتا تھا میرے سارے جسم کا خون گویا جم گیا ہے۔ اور پیچھے پلٹ کے دیکھنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔ پھر یہ سب شکلیں غائب ہو گئیں اور زنجیروں کی سی جھنکار سنائی دینے لگی۔ جیسے زنجیر پہنے ہوئے قیدی لائے جاتے ہیں۔ پھر دو شکلیں اسیطرح پر جھکی ہوئی چاروں ہاتھ پاؤں کے بھل کھسکتی

ہوئی قریب آئیں اور سخت بدبو پھیل گئی - میرا کلیجہ منہ کو آگیا اور تمام جسم کانپنے
لگا قریب آکر وہ کھڑے ہوگئے تو دو مضبوط لمبے چوڑے آدمی معلوم ہوتے
تھے مگر دونوں کے رنگ سیاہ تھے اور نہایت کریہ المنظر اور غصہ اور نفرت
اور عداوت انکے چہرہ سے ٹپکتی تھی - ایک شیخ حسن کے سامنے بیٹھ گیا اور
ایک میرے سامنے بیٹھا جس وقت میں نے اسکی ہیبت ناک صورت دیکھی
اور اسکی بڑی بڑی شعلہ کی طرح دہکتی ہوئی آنکھیں جو میری طرف نفرت و
غصہ و عداوت کی نگاہوں سے گھور رہی تھیں دیکھا - تو میرا تمام جسم تھرا گیا -
پھر میری طرف گھورتے گھورتے اُس نے دانت نکال دیے - ٹیڑھے
لمبے لمبے دانت جسکی وجہ سے اسکی شکل کسی غضب ناک اور دیوانہ جانور کی
سی معلوم ہونے لگی - وہ شکل جو شیخ حسن کے سامنے بیٹھی تھی کئی بار
اُٹھی کئی بار بیٹھی - شیخ حسن برابر پڑھتا رہا آخر کو وہ دونوں شکلیں اُٹھیں اور
آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے ہٹتے غائب ہوگئیں -

پھر وہ روشنی کا ستون بھی غائب ہوگیا اور ہمارے پاس بالکل اندھیرا
ہوگیا - تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر نکل آیا اور ابکی دفعہ اسکی روشنی پہلے سے
زیادہ تیز تھی - میں نے شیخ حسن کی طرف دیکھا اسکے چہرہ سے انتظار

اور پریشانی پائی جاتی تھی۔ پھر جہاں ہم لوگ بیٹھے تھے اس سے دو چار گز
کے فاصلہ پر زمین پھٹی اور تین آدمی اس میں سے نکلے جنکا رنگ بالکل
زرد تھا انکے چہرہ کی زردی اس قسم کی تھی جیسے مردہ کے چہرہ پر ہوتی ہے
انکے چہروں سے بدنیتی اور غصہ ظاہر ہوتا تھا۔ کالے ٹاٹ کے سے کپڑے
کے کرتے گھٹنوں تک پہنے ہوئے تھے۔ انکی گردنیں اور ہاتھ پاؤں اور بالکل
ننگے تھے۔ وہ شیخ حسن کے قریب آنکر کھڑے ہوئے۔ شیخ حسن نے
انکی طرف ہاتھ کو بڑھا کر کئی دفعہ زور زور زمین پر ٹپک کر کچھ کہا جس سے معلوم
ہوتا تھا وہ کچھ حکم دے رہا ہے اور خفا ہو ہو کر اسکے بجالانے کی تاکید کر رہا
ہے۔ اور جب وہ حکم کرتا اور ہاتھ زمین پر مارتا تو وہ تینوں شکلیں بہت عاجزی
کے ساتھ اشارے کرتیں اور جھک جاتیں۔ شیخ حسن کیا کہہ رہا تھا کچھ میری
سمجھ میں نہ آیا صرف مارشیس اور شان حرلیش اور ضرور آنا چاہیئے یہی میری
سمجھ میں آیا۔ پھر یہ شکلیں بھی آہستہ آہستہ ہٹتے ہٹتے اسی غار کیطرف گئیں
جہاں سے نکلی تھیں اور غائب ہوگئیں اور اسکے بعد سب آوازیں موقوف
ہوگئیں اور بالکل سناٹا ہوگیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک زور سے چیخ کی آواز آئی جیسے کوئی عورت

درد اور تکلیف سے چلا رہی ہے اور پھر بار بار اور زور زور سے چیخنے
کی آواز آئی - میں نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو کیا تو دیکھتا ہوں تاریکی سے روشنی
کی طرف دو مضبوط مشنڈے آدمی ایک بوڑھی عورت کو بیرحمی سے
گھسیٹتے ہوئے لئے آرہے ہیں - اسکا منہ زمین کیطرف جھکا ہوا تھا
مگر جب وہ میرے قریب آئے تو کھڑے ہو گئے - اس بوڑھی عورت
نے سر اُٹھا کر میریطرف دیکھا - تو خود میری ماں مگر اسکے چہرے سے خوف و ہراس اور تکلیف
کے آثار پائے جاتے تھے - میرے قریب پہنچکر اس نے دونوں ہاتھ
میری طرف بڑہا کر اس مصیبت سے چھڑانے کی التجا کی - اپنی بیچاری بڈہی
ماں کو اس حالت میں دیکھ کر دو مضبوط مسنڈے آدمی کھینچے لا رہے ہیں -
میرا کلیجہ پھٹ گیا - میرے پاس آکر اسنے اپنا سر میرے مُنہ کے پاس
جھکا دیا - اسکی گرم گرم بھاپ میرے مُنہ کو معلوم ہونے لگی - اور میرا نام لیکر
دہائی دینے لگی اسوقت جب اسکا مُنہ میرے مُنہ کے قریب تھا - اِن دو
آدمیوں میں سے ایک نے اسکو بال پکڑ کے گھسیٹا اور زمین پر پٹک دیا -
وہ اپنے سفید بالوں کو چھڑا کر اسکے پاؤں پر گر پڑی اور منت سماجت کرنے
لگی اس آدمی نے ایک لات مار کر اسکو گرا دیا اور زور سے اسکے سر پر

گھونسا مارنے والا تھا کہ میں بیقرار ہو کر چلّا اُٹھا - اور جلدی سے لپک کر خبردار خبردار کہتا ہوا اس شخص کے ہاتھ پکڑنے کو دوڑا - مگر نہ وہ آدمی تھا نہ وہ ماں تھی نہ وہ ہاتھ تھا سب یکایک غائب ہو گئے - میں اور شیخ حسن باقی رہ گئے - میں چند منٹ تک متحیر و حیراں کھڑا رہا کہ کیا تھا کیا ہو گیا مگر پھر میں سمجھ گیا کہ میرے چلا اُٹھنے سے عمل باطل ہو گیا اور سب محنت برباد ہو گئی - مجھے نہایت شرمندگی ہوئی کہ شیخ حسن کی محنت کو میں نے برباد کیا اور مجھ سے تحمل نہ ہو سکا میں زمین پر گر پڑا اور اپنے مُنہ کو ہاتھوں سے چھپا لیا -

عمل کے باطل ہونے کے ساتھ ہی شیخ حسن نے اسمائے اعظم و صفات باری تعالٰی کی تسبیح پڑھنا شروع کر دی اور تھوڑی دیر پڑھنے کے بعد مجھ سے کہا تمھارا کچھ قصور نہ تھا تم نے حتی الامکان ضبط کیا مگر اپنی ماں کی صورت دیکھ کر بمقتضائے بشریت تمسے ضبط نہ ہو سکا یہ تصرف ہم ایسے لوگوں کے لئے ہے جن پر کسی چیز کا اثر نہیں ہوتا مگر شکر کرنا چاہیئے کہ ہم لوگ بچ گیے اور کچھ ضرر نہیں پہونچا - خدا کا حکم نہ تھا کہ آج ہم لوگوں کو کامیابی نصیب ہو خیر کل بدھ کی شام کو پھر آئیں گے اور نصیب آزمائیں گے

مجھے یقین ہے ابکی دفعہ تم ایسا نہ کروگے اور اب سے بدھ کے روز تک میں کسی سے نہ ملونگا۔ اور روزے رکھونگا۔ تم شام کے وقت میرے گھر پر آنکر میرے ہمراہ ہو لینا۔

شیخ حسن کے یہ کہنے سے میں بہت خوش ہوا اس لئے کہ مجھے ڈر تھا کہ عمل باطل ہو جانے سے شیخ حسن مجھسے ناراض ہو گئے ہونگے اور پھر مجھے اپنے ساتھ عمل میں شامل نہ کرینگے۔ اگرچہ عمل صرف دو ہی گھنٹہ تک رہا مگر مجھے معلوم ہوتا تھا کہ ایک جگ کٹ گیا اور جو کچھ مجھپر گزرا تھا اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا اسکا نقش میرے دل پر ہو گیا تھا۔

# نواں باب

## بدویوں کا حملہ

میں اپنے گھر سے شام کو ہوا خوری کے لئے نکلا بازار میں پہنچ کے کیا دیکھتا ہوں کہ تمام شہر میں ہل چل مچی ہے دوکانیں بند ہیں لوگ اپنے گھروں کو بھاگے جا رہے ہیں بہت سے لوگ مسجد کے صحن میں جمع ہیں۔ شہر کے

پھاٹک سب بند کر دئے گئے تھے اور پولس پہرہ پر کھڑی ہوئی تھی - میں
حیران ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے پھر میں یہ سمجھا کہ شاید مسلمانوں اور نصرانیوں مین
لڑائی ہے اسواسطے کہ کوئی نصرانی اپنی دوکان میں موجود نہ تھا سب بھاگ
گئے تھے - مگر پوچھنے سے معلوم ہوا کہ بدویوں کا غول شہر پر لوٹ مار کے
لئے امادہ تھا اور انکے ڈر سے لوگ چھپتے پھرتے تھے اس لئے کہ ایک
مغربی یعنی الجیریا کا رہنے والا جو عبدالقادر کے ساتھ شام میں آیا تھا اور
دمشق میں انہی کے ساتھ رہتا تھا اس سے اور بدویوں کے سردار کے
بڑے لڑکے سے صبح کو لڑائی ہوئی تھی اس نووارد مغربی نے غصہ میں
آنکر اسے مارڈالا اور خود دمشق بھاگ گیا بدویوںکا گروہ خون کا بدلہ لینے
اور شہر پر حملہ کرنیکو آرہا تھا - شہر کے لوگ بہت پریشان تھے اس لئے
کہ آجتک وہ بدویوں سے بہت میل جول بڑھا رہے تھے اور انکے
ساتھہ تجارت سے فائدہ اٹھاتے تھے مگر اب انہیں یقین تھا کہ بدوی
کسی زن و مرد اور بچہ تک کو جیتا نہ چھوڑینگے اس لئے کہ بدویوں میں
سے اگر ایک کو بھی کوئی مار ڈالے تو وہ سب کے دشمن ہو جاتے ہیں
اور پشت ہا پشت تک لڑائی چلی جاتی ہے اور بیگناہ لوگوں کا خون اس

قتل کے بدلہ میں ناحق بہاتے ہیں۔

میں شہر پناہ کی دیوار کے قریب گیا تو دیکھا کہ وہاں شہر کے حاکم اور بڑے بڑے سب لوگ جمع تھے اسمیں شیخ موسیٰ بھی تھے۔ یہ سب لوگ بدویوں کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ اگر ہو سکے تو انکو راضی کرلیں تھوڑی دیر میں کئی ہزار بدوی شہر کے باہر آتے ہوئے نظر آئے کچھ گھوڑے پر سوار تھے کچھ پیدل تھے کسی کے ہاتھ میں تلوار تھی اور کسی کے ہاتھ میں نیزے تھے چیختے چلاتے چلے آتے تھے۔ شہر پناہ کی دیوار بہت نیچی تھی۔ اور شہروالوں کے پاس ہتیار نہ تھے۔ شہر کی پولس اور کل مسلمان ملا کے کوئی پچاس آدمی سے زیادہ نہ تھے لکڑیاں ہاتھوں میں لیکر اور جو ہتیار رہے لیکر پلیس والوں کے ساتھ شہر پناہ کی دیوار کے پاس کھڑے تھے کہ اگر بدوی صلح پر راضی نہوں اور لڑنا چاہیں تو اپنے شہر کو حتی الامکان بچانے کی کوشش کریں۔

بدویوں کے سردار کے پاس شہروالوں نے اپنا ایلچی بھیجا کہ ان کو صلح پر راضی کرے مگر وہ کسیطرح راضی نہوتے تھے اور کہتے تھے کہ خون کا بدلہ خون ہے۔ بغیر بدلہ لئے نہ مانیں گے۔ پھر شیخ موسیٰ بدویوں کے

سردار کے پاس گئے اور انکو سمجھایا اور کہا کہ ہمارے شہر والوں نے تمہارے بیٹے کو نہیں قتل کیا بلکہ ایک نووارد مغربی نے یہ حرکت کی ہے تمکو چاہیئے کہ ان لوگوں سے بدلہ لو۔ اس پروہ لوگ راضی ہو گئے اور دس ہزار روپیہ شہر والوں سے لیکر عہدنامہ لکھدیا کہ تمکو نہ ستائیں گے مگر مغربی جہاں ملیں گے انہیں ضرور مارڈالیں گے۔

جس مغربی نے سردار کے بیٹے کو مارا تھا وہ دمشق کو بھاگ گیا تھا اور دمشق کے حاکموں سے انصاف کی خواہش کرنا بیکار تھا اسلیئے بدوی لوگ اِس بات کی تاک میں تھے کہ جو کوئی مغربی ملے اسے مارڈالیں

# دسواں باب

## حسب وعدہ

پھارشنبہ کی شام کو جب میں شیخ حسن کے یہاں پہونچا تو اسکو تیار پایا۔ مگر ابکی دفعہ عود کو اس نے پانی میں گھول کر تیار کیا تھا اسکے چھڑکنے کا ارادہ تھا۔ میں نے اپنے دل کو خوب مضبوط کرلیا کہ ابکی دفعہ میں کسی چیز سے نہ ڈرونگا اور نہ کچھ مُنہ سے بولونگا کہ عمل پھر باطل ہو جائے۔

شیخ حسن اور میں آفتاب غروب ہونے کے بعد ہی گھر سے چلے اور تین گھنٹہ میں قصر سلیمان نبی پر پہنچ گئے۔ اور جس جگہ پہلے ہم لوگ بیٹھے تھے وہیں جاکے بیٹھے اور فوراً شیخ حسن نے عمل پڑھنا شروع کردیا اور پہلے کی طرح مشرق۔ مغرب۔ شمال۔ جنوب۔ چاروں کونوں پر پڑھ پڑھکر اپنی جگہ پر واپس آیا پھر بیٹھکر پڑھنے لگا اور کھلے ہوئے عود کے پانی کو بار بار چھڑکتا جاتا تھا۔ اسیطرح سے ایک گھنٹہ تک وہ پڑھتا رہا۔ اتنے میں دفعتاً ایک ہلکی سی روشنی کا ستون نمودار ہوا اور اسکے بعد ہی ایک آدمی تاریکی سے روشنی کیطرف آیا اور شیخ حسن کے سامنے آنکر کھڑا ہوگیا یہ شخص قد اور قیافہ میں خوشنما تھا اور سفید تنگ جبہ پہنے ہوئے اور ننگے پاؤں تھا سر کے بال بھورے تھے اور سر بھی برہنہ تھا داڑھی نہ تھی۔ چہرہ سے سنجیدگی کے آثار معلوم ہوتے تھے۔ وہ چند لمحہ تک شیخ حسن کے سامنے کھڑا رہا پھر اس مرتبان کی طرف جسمیں عود کھلا رکھا تھا ہاتھ بڑھایا شیخ حسن نے جلد جلد غصہ کے لہجے میں کچھ حکم دیا تو وہ آدمی اور بھی قریب آیا اور ہاتھ بڑھایا۔ شیخ حسن نے کھلا ہوا عود اسکے ہاتھ پر چھڑک دیا اور گھڑک کر کہا مارشش فوراً حاضر ہو وہ شخص پیچھے ہٹتے ہٹتے غائب ہوگیا۔ پھر دوسرا شخص بالکل

اسی کی طرح کا سامنے آیا مگر اسکے مُنہ پر اُداسی برستی تھی۔ شیخ حسن کے بالکل قریب آیا اور جھک کر سلام کیا۔ مجھے معلوم ہوتا تھا کہ شیخ حسن سے کچھ کہہ رہا ہے مگر مجھے کچھ نہ سنائی دیا اور نہ میں کچھ سمجھا۔ پھر اس نے بھی کھلے ہوئے عود کے مرتبان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ شیخ حسن نے اسکے ہاتھ پر بھی عود چھڑک کر کہا شان حرنیش کو فوراً حاضر ہونا چاہیئے۔

پھر وہ شخص غائب ہوگیا۔ چیخنے اور رونے کی آواز آنے لگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بہت سے لوگ کسی بڑے صدمہ یا مصیبت میں گرفتار ہیں اور زور سے کراہ رہے ہیں اور چیخ چیخ کر رو رہے ہیں مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ غول کا غول لوگوں کا جنکو میں دیکھ نہیں سکتا ہوں۔ ادھر سے اُدھر۔ اُدھر سے ادھر آتے جاتے ہیں۔ اور بہت سی گھبرائی ہوئی آوازیں میرے کان میں آتی تھیں۔ اسکے بعد جب یہ آوازیں موقوف ہوگئیں تو ایک شخص سامنے آیا اسکو دیکھتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اسکی صورت آدمی کی سی مگر آنکھوں پر غصہ برستا تھا۔ پہلے میرے سامنے آکر مجھے گھورنے لگا۔ اسوقت دہشت سے میرا بُرا حال ہوا مگر پھر فوراً ہی وہ شیخ حسن کی طرف چلا گیا اور اس سے کچھ کہا جسکو میں نہ سمجھا۔ شیخ حسن کھلے ہوئے

عود کا مرتبان ہاتھ میں لیکر دو قدم آگے بڑھا اور تھوڑا سا عود زمین پر اُنڈیل کر
کہا یہ ماریش کے واسطے ہے اسکو فوراً حاضر ہونا چاہیے - پھر ایک قدم
اور آگے بڑھ کے جو کچھ عود مرتبان میں تھا سب اُنڈیل دیا اور کہا یہ شان حرش
کے لئے ہے اسکو فوراً حاضر ہونا پڑے گا پھر وہ آدمی غائب ہوگیا - اسکے
غائب ہوتے ہی پہلے تو آہستہ آہستہ باتیں کرنے کی آوازیں آنے لگیں -
ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کہیں دور آدمیوں کے غول کے غول باتیں کر رہے ہیں
پھر دفعتہً سناٹا ہوگیا اور کچھ دیر کے بعد ایک بڑی زور کی آواز آئی جیسے
کوئی بہت ہی بڑا مکان گر پڑا - میں نے پلٹ کر دیکھا تو معلوم ہوا وہ پہاڑ جس پر
قصر سلیمان کا کھنڈر تھا شق ہوگیا ہے اور اسمیں سے دو آدمی معمولی قدو
قامت کے نکلے ہیں دونوں کے دونوں ننگے سر ننگے پاؤں ٹخنوں تک
لمبے لمبے سفید جھبے پہنے ہوئے ایک کا رنگ سانولا اور بال سیاہ
دوسرے کا رنگ کھلا ہوا بھورے بھورے بال تھے - دونوں کے مُنہ
پر ڈاڑھی نہ تھی چہرہ سے غصہ اور خفگی کے آثار پائے جاتے تھے -
دونوں کے ہاتھ میں ایک ایک کتاب تھی - یا یوں کہو کہ چمڑہ میں لپٹا ہوا بڑا
سا بنڈل تھا - جیسے ہی وہ شیخ حسن کے قریب پہونچے - شیخ حسن اُٹھ کھڑا

ہوا اور آگے بڑھ کر انکا استقبال کیا اور جھک کر دونوں کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا اور تیوری چڑھائے کھڑے رہے - پھر شیخ حسن نے ایک کی طرف اشارہ کرکے کہا تم مارلیش گزشتہ کی کتاب سامنے لاؤ - اور دوسرے کی طرف مڑکر کہا تم شان حرنیش آیندہ کی کتاب لاؤ -

پھر شیخ حسن نے مارلیش سے کچھ کہا مارلیش آہستہ آہستہ پیچھے ہٹا اور شان حرنیش بھی اسکے ساتھ ہولیا - جہاں میں بیٹھا تھا وہاں سے تھوڑی دور کے فاصلہ پر دونوں کھڑے ہو گئے - پھر مارلیش نے روشنی کے ستون کی طرف ہاتھ بڑھا کر کچھ اشارہ کیا اشارہ کرتے ہی اس روشنی کے سامنے ایک مکان یک منزلہ نظر آنے لگا - جسکے گردا گرد باغ تھا اگرچہ باغ اور مکان پر اندھیرا چھایا ہوا تھا - مگر مجھے صاف نظر آتا تھا - تھوڑی دیر کے بعد مکان کا دروازہ کھلا - اور میں نے دیکھا کمرے کے اندر روشنی ہو رہی ہے - اور ایک بچہ کے باتیں کرنے کی آواز آئی پھر ایک عورت کی بالتونکی نرم آواز سنائی دی پھر بچہ کے ہنسنے اور قلقاریاں مارنے کی آواز آئی پھر ایک آدمی گھوڑے پر سوار باغ کی طرف گھوڑا دوڑاتا آیا اور باغ کے دروازہ پر پہنچکر گھوڑے سے اتر پڑا اور دروازہ میں سے باغ کے اندر آیا اس آدمی

کا مُنہ نظر نہ آتا تھا اسلئے کہ مُنہ اسکا لپٹا ہوا تھا اور سر پر ایک کنٹوپ تھا
جس سے اسکا مُنہ چھپ گیا تھا بڑا سا لبادہ پہنے ہوئے تھا۔
میں نے مڑ کر شیخ حسن کیطرف دیکھا شیخ حسن کے چہرہ سے حیرت و تعجب کے
آثار پائے جاتے تھے۔ مارٹش اور شان جرلیش بھی ہم لوگوں سے کچھ دور پر
کتابیں ہاتھ میں لئے کھڑے تھے۔
پھر ایسا معلوم ہوا گویا کہ مکان کی چھت اُتار لی گئی ہے اور اندر کا سب
حال اچھی طرح نظر آنے لگا ایک طرف کو ایک چھوٹی سی کوٹھری تھی اسمیں
کئی چولہے بنے ہوئے تھے اور چولہوں میں آگ دہک رہی تھی۔ ہانڈیاں
چڑھی ہوئی تھیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کھانا پک رہا ہے دیگچی کے ڈھکنوں
کے نیچے سے بھاپ نکل رہی ہے۔ ایک جنس کھڑی کڑھائی میں کچھ
تل رہی ہے کفگیر اسکے ہاتھ میں ہے۔ دوسری طرف ایک خوبصورت سا
سجا ہوا کمرا ہے جسمیں نفیس نفیس قالین بچھے ہیں ایک طرف دو تخت
بچھے ہوئے ہیں ایک طرف ایک پُر تکلف میز پر بڑی سی صینی پیتل کی رکھی
ہوئی ہے اور روشنی رکھی ہوئی ہے اس صینی میں ایک رکابی میں روٹیاں
اور کچھ چمچے رکھے ہوئے ہیں اور ایک رکابی میں زیتون کے پھل اور

کچھ اُبلی ہوئی ترکاری ہے ہے معلوم ہوتا تھا کہ باورچی خانہ میں جو کھانا پک رہا
تھا اسکے نکالتے کیلئے صینی رکھی گئی تھی اور دیواروں پر فریم لٹکے ہوئے
تھے۔ جن پر قرآن کے سورے اور آئیتیں لکھی ہوئی تھیں۔ ایک طرف
دیوار سے لگی کئی الماریاں رکھی تھیں۔ جنمیں کتابیں تھیں۔ ایک طرف کو
ایک چھوٹی سی میز تھی اس پر قلم دوات اور بہت سے کاغذ پڑے ہوئے
تھے۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کمرے کا رہنے والا کوئی پڑھا لکھا
آدمی تھا اس کمرے کے دو دروازہ تھے ایک باورچی خانہ میں جانے کا
تھا اور دوسرا ایک بڑے دالان میں آنے کا تھا۔

تخت کے اوپر ایک نورانی صورت کی سن رسیدہ بی بی سفید کپڑے
پہنے ہوئے بیٹھی تھیں۔ کچھ کپڑے تہ کر کر کے رکھتی جاتی تھیں اور ان کے
پاس ایک بچہ کوئی چار یا پانچ برس کا کھڑا تھا اور جو کپڑا وہ تہ کر کر کے رکھتی جاتی
تھیں وہ کھولتا جاتا تھا۔ اور جب وہ بی بی مسکرا کر بچہ کی طرف دیکھ کر سر ہلاتی
تھیں تو وہ ٹھٹھے مارتا تھا۔ پھر دالان کی طرف سے ایک کم سن لڑکی پست قد
دُبلی پتلی نہایت حسین اندر آئی۔ اسکی بڑی کالی کالی آنکھیں تھیں منہ پر نزاکت
اور نرمی برستی تھی۔ وہ بچہ کے قریب آنکر اسکے سر پہ ہاتھ پھیرنے لگی بچہ

اسکی انگلی پکڑ کر تخت کے اوپر سے کودنے لگا - اتنے میں میں نے
دیکھا کہ وہ آدمی جو گھوڑے سے اُتر کر باغ میں آیا تھا دبے پاؤں باورچی خانہ
میں گھُسا اسکے ہاتھ میں ایک موٹا سا لٹھ تھا بڑے مُنڈھ کا اور مُنڈھ پر بہت سی
کیلیں اور خار تھے وہ ننگے پاؤں تھا اس سبب سے پکانے والی حبشن کو اسکے
آنے کی آہٹ نہ معلوم ہوئی - مگر جب وہ بالکل قریب آگیا تو حبشن کی نگاہ اسپر
پڑی - چاہتی تھی کہ چیخ مارے کہ اس شخص نے خنجر نکال کر اسکے قلب پر مارا
وہ مر کر نیچے گر پڑی - پھر وہ شخص اس کمرے میں گھُسا جہاں دونوں عورتیں
اور بچہ تھا اور جاتے ہی اس نے فوراً ایک مضبوط سا رومال کمسن لڑکی
کے مُنہ پر ڈال کر پیچھے کس کر گرہ دیدی - پھر اسی سے اسکی مشکیں کس لیں
اور رسی کا سرا اپنے ہاتھ میں رکھا - بوڑھی بی بی جو سامنے کپڑے تہہ
کرنے میں مشغول تھیں - جب اُنہوں نے یہ ماجرا دیکھا تو گھبرا گئیں اور
دوڑ کر چاہا کہ لڑکی کے مُنہ پر سے رومال گھسیٹ لیں مگر اس شخص نے اس
زور سے گھونسہ اس ضعیفہ کو مارا کہ وہ چیخ مار کر نیچے گر پڑی - اور پھر ایک
لٹھ اسکے سر پر مارا کہ اسکا سر پھٹ کر خون بہنے لگا - مگر جب بھی سنگدل
کی تشفی نہوئی کئی لاٹھیاں اور متواتر اسکے سر پر ماریں - یہ دیکھکر وہ بچہ ڈر کر

کم سن لڑکی سے لپٹ گیا اور ڈر کے مارے کانپنے لگا - اس ظالم نے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر زمین پر پٹک دیا اور ایک لٹھ اسکے سر پر لگایا کہ اسکا کام تمام ہو گیا۔

اب میں سمجھا کہ یہ لڑکی رشیدہ شیخ حسن کی بی بی تہی اور یہ بچہ اسیکا بچہ تھا۔ شیخ حسن کی صورت اسوقت دیکھی نہ جاتی تھی اسکی آنکھیں نکلی پڑتی تھیں - تن بدن کانپ رہا تھا۔

پھر ہم لوگوں نے دیکھا کہ بیچاری رشیدہ مُنہ پر سے موذی کا رومال کھینچکر ہٹانا چاہتی ہے اور آپ کو اس قاتل کے ہاتھ سے چھڑانے کی کوشش کر رہی ہے مگر کچھ زور نہیں چلتا۔ پھر اس شخص نے ایک بڑے چادر میں اسکو سر سے پاؤں تک لپیٹ لیا اور گود میں اُٹھا کر باہر لیچلا جاتے وقت اس نے پلٹ کر ہم لوگوں کی طرف دیکھا اور اس وقت اس کے مُنہ پر سے تحت الحنک بھی گر پڑی کہ صورت ہمکو صاف دکھائی دینے لگی یکایک شیخ حسن نے ایک چیخ ماری اور مصطفےٰ کہکر اسکی طرف لپکا۔

چیخ مارنا تھا کہ ٹھٹوں کی آواز ادرچڑانے اور برآنے کی صدا آنے لگی مصطفےٰ اور رشیدہ اور مارلیش اور رشان حرلیش اور مکان اور روشنی سب

غائب ہوگیا میں اور شیخ حسن دونوں اکیلے رہ گئے - ابھی ہم لوگ حیرت
ہی میں کھڑے تھے کہ بہت سے بدویوں نے آنکر ہمیں گھیر لیا غالباً شیخ حسن کے
چیخنے کی آواز سنکر آئے ہونگے اور اپنے نیزونکو ہمارے سینہ کی طرف جھکادیا
میں نے کہا ہم دوست ہیں تمہیں کیا چاہیئے مگر شیخ حسن چپ رہا اور کچھ نہ بولا
ایک بدوی نے میری طرف اشارہ کرکے کہا کہ اسکی زبان اور لباس سے معلوم
ہوتا ہے یہ شخص یہیں کا رہنے والا ہے - دوسرے بدوی نے شیخ حسن
کی طرف دیکھ کر کہا یہ شخص مغربی معلوم ہوتا ہے اور شیخ حسن سے پوچھنے
لگا کہ تم کون ہو - شیخ حسن نے کہا میں مغربی ہوں - بس یہ کہتے ہی تین
بدویوں نے - خون کا بدلہ خون ہے - کہکر اپنے نیزے شیخ حسن کے
سینہ میں اُتار دئے اور وہ بیجان ہوکر زمین پر گر پڑا -

# گیارہواں باب

## ناتمام خط

شیخ حسن کے مرنے کے تھوڑے دنوں بعد مصطفےٰ نے ٹونس کے
ایک نامی افسر کو مار ڈالا - مصطفےٰ کو بھی قتل کا حکم ہوا اور گردن ماری گئی -

اسکا بھائی علی جو سوسا میں تجارت کرتا تھا۔ بھائی کی املاک پر قبضہ کرنے کے لئے آیا تمام املاک اور گھر وغیرہ سب ایک عبداللہ نامی حبشی غلام کے اختیار میں تھے۔ مصطفیٰ کے والد نے عبداللہ کو چھوٹے سے سن میں مول لیا تھا اپنے بیٹوں کی طرح اسکی پرورش کی اور صدیقہ نامی اپنے گھر کی پلی ہوئی لڑکی سے اسکی شادی کردی۔ مصطفیٰ کے والد نے مرتے وقت عبداللہ اور صدیقہ دونوں کو آزاد کردیا تھا۔ لیکن دونوں بڑے نمک حلال اور وفادار اور محنتی تھے مصطفیٰ نے اِن دونوں کو نوکر رکھ لیا۔ کل گھر کا کاروبار صدیقہ کے سپرد کردیا اور کل جاگیر کا بندوبست عبداللہ کے حوالہ کیا۔ جب علی بھائی کی جاگیر پر قبضہ کرنے کے لئے آیا تو عبداللہ نے اس سے بیان کیا کہ آپ جب پہلی دفعہ اپنے والد کے انتقال کے بعد املاک کا تصفیہ کرنے کے لئے سوسا سے آئے تھے جس روز آپ واپس گئے اس شام کو میں گھر کے دروازے بند کرنے کے واسطے اندر گیا تو مکان کے ایک جانب سے جو اکثر خالی رہا کرتا تھا۔ کراہنے کی آواز آئی۔ میں جس کمرے سے آواز آتی تھی اُسی کے قریب گیا۔ دیکھا کہ باہر سے کھٹکا چڑھا ہوا ہے کھٹکا کھولا اندر گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ ایک لڑکی کونے میں بیٹھی کراہ رہی ہے

میں نزدیک گیا اور اسکو پکارا - جب اسنے کچھ جواب نہ دیا تو میں نے لالٹین
اُٹھا کر اسکی صورت دیکھی - تو دیکھا کہ ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے ہیں اور بالکل
بیہوش ہے - مینے اسکے فوراً ہاتھ کھول دیے اور اپنی بیوی صدیقہ کو بلالایا
صدیقہ نے اسے پہچانا اور کہا یہ تو شیخ حسن کی رشیدہ ہے -

پھر ہم نے اسکے مُنہ پر ٹھنڈا پانی چھڑکا اور پکے انگوروں کا رس اسکی کنپٹی
اور گدّی میں مَلا - تھوڑی دیر کے بعد اسکو ہوش آیا - اسنے مجھے اور
صدیقہ کو پہچانا - اور میرے پاؤں پر گر پڑی اور کہا خدا کے واسطے
مجھے اپنے آقا مصطفےٰ سے بچاؤ میں نے قسم کھائی کہ میں اسکی حفاظت
کرونگا - میں اور میری بیوی دونوں رات بھر اسکے پاس بیٹھے رہے وہ
بکی بہکی باتیں کرتی رہی -

صبح کو تمام شہر میں شیخ حسن کی ماں اور بچہ کا مارا جانا اور بیوی کا غائب
ہو جانا مشہور ہوا - میں سمجھ گیا کہ مصطفےٰ کا کام تھا جب مصطفےٰ گھر آیا تو میں
نے اسکو ڈرایا اور کہا کہ میں سب تمھاری باتیں قاضی سے جاکر کہدونگا
یہ سنکر وہ گڑگڑانے لگا اور میرے آگے ہاتھ پاؤں جوڑے کہ اللہ کسی سے
نہ کہنا نہیں تو میں مارا جاؤں گا میں نے کہا اگر تم وعدہ کرو کہ اب سے کبھی رشیدہ

کی کوٹھری میں قدم نہ رکھو گے۔ تو میں بھی اپنے ارادے سے باز آؤں گا۔ مصطفے نے منظور کرلیا۔ اور میں نے بھی خیال کیا کہ میں اپنے مالک کے بڑے بیٹے کے خلاف اگر گواہی دونگا تو نمک حرامی ہوگی۔

میں اور صدیقہ رشیدہ کی بیمارداری اور دلجوئی رات دن کیا کرتے اور اسکی باتوں سے معلوم ہوا کہ مصطفے کو وہ ہمیشہ سے بُرا جانتی تھی اور مصطفے ہمیشہ سے مجھے ترغیب دیا کرتا تھا کہ شیخ حسن کو چھوڑ کر اسکے ساتھ بھاگ جائے مگر خود شیخ حسن مصطفے کو بہت چاہتا تھا اسنے نہیں چاہا کہ یہ بات کہہ کر دونوں بھائیوں میں لڑائی ڈلوائے مگر اس روز جس دن شیخ حسن باہر گیا ہوا تھا پھر مصطفے نے یہی بات اس سے کہی اور اسے غصہ آیا اور اس نے مصطفے کو دہمکایا کہ ابکے شیخ حسن آئینگے تو ان سے کہدونگی اس بات سے مصطفے ڈر گیا اور اس خیال سے کہ یہ بات شیخ حسن پر ظاہر ہونے پائے اسنے یہ حرکت کی کہ ماں اور بچہ کو مار ڈالا اور بیوی کو اپنے گھر اُٹھا لایا۔

رشیدہ بہت کم بولتی تھی اور کھانا بالکل نہ کھاتی تھی اور اکثر پوچھا کرتی کہ شیخ حسن کہاں ہیں اور وہ کیوں نہیں آتے اور میرا بچہ کہاں ہے۔

ایک روز صبح کو یعنی شیخ حسن کے خانقاہ سے بھاگنے کے دوسرے دن رشیدہ بہت خوش خوش معلوم ہوتی تھی۔ صدیقہ سے کہنے لگی رات کو میں نے اپنے بچہ کو دیکھا تھا آج پھر وہ آوے گا اور ہمیشہ میرے ساتھ رہیگا ذرا میرے بال گوندھ دو اور میرے بالوں میں گلاب کے پھول لگا دو۔ شیخ حسن کو گلاب کے پھول بہت پسند ہیں۔ اور مجھے کاغذ قلم دوات لا دو میں شیخ حسن کو خط لکھکر بلاؤنگی۔ میں نے کاغذ قلم دوات لا دیا۔ رشیدہ قلم ہاتھ میں لیکر لکھنے لگی۔ میں خوش ہوا اپنے دل میں سمجھا کہ اسکے ہوش درست ہیں اب اچھی ہو جائیگی۔ اور باہر کسی کام کو چلا گیا کچھ دیر کے بعد جب میں پھر رشیدہ کے کمرے میں گیا تو دیکھا کہ گلاب کے پھول اسکے جوڑے سے کھل کر کاغذ پر گر پڑے تھے اور کاغذ پر لکھا ہوا تھا میرے شیخ حسن جلد آو۔ اور رشیدہ سر اپنا ہاتھ پر رکھے ہوئے اور آنکھیں بند کئے ہوئے سو رہی تھی میں نے نزدیک سے دیکھا تو معلوم ہوا بیچاری رشیدہ کا دم نکل چکا تھا اور مر گئی تھی۔

تمت